بسم اللہ الرحمن الرحیم رجسٹرڈ ایل نمبر ۷ ۷ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

انا لاوی لقی بینا

الحکم

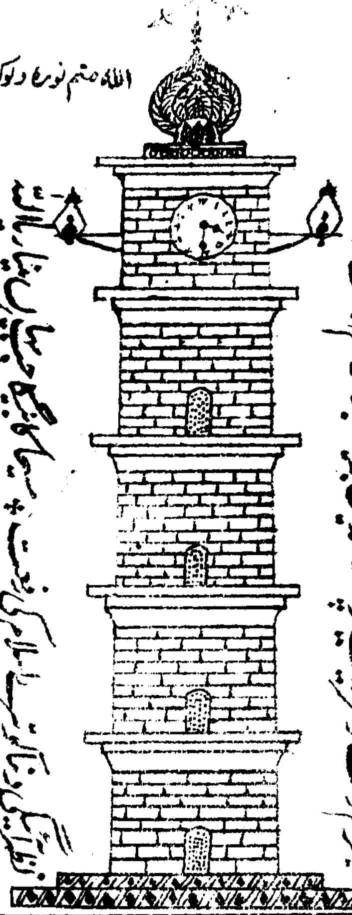
قادیان حضرت دار الامان ۱۹۰۳ء

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۳۰ | مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۰۳ء مطابق ۲۳ جمادی الاوّل ۱۳۲۱ ہجری روز دوشنبہ | جلد ۷



کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

(سلسلے کیلئے دیکھو اشاعت گذشتہ)

جس حال میں اہل سنت احادیث کی صحت کو اس معیار سے پاتے نہیں جو محدثین نے مقرر کیا ہے بلکہ وہ بزرگ سنت اون کی صحیح قرار دادہ احادیث کو موضوع ٹھہرانے کا حق رکھتے ہیں۔ تو پھر جس کو حکم بنایا گیا ہے کیا اوس کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا؟ خدا تعالیٰ جو اس کا نام حکم رکھتا ہے یہ نام ہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ سارا رطب و یابس جو اوس کے سامنے پیش کیا جاویگا تسلیم نہیں کریگا بلکہ بہت سی باتوں کو رد کر دیگا اور جو صحیح ہونگی اون کے صحیح ہونے کا وہ فیصلہ دیگا ورنہ حکم کے معنے ہی کیا ہوئے جب اوس کی کوئی بات مانی ہی نہیں تو اوس کے حکم ہونے سے فائدہ کیا؟

حکم کا لفظ صاف ظاہر کرتا ہے کہ اسوقت اختلاف ہوگا اور ۷۳ فرقے موجود ہونگے اور ہر فرقہ اپنے مسلمات کو جو اوس نے بنا رکھے ہیں۔ قطع نظر اوس کے کہ وہ جہوٹے ہیں یا خیالی چھوڑنا نہیں چاہتا بلکہ ہر ایک اپنی جگہ یہ چاہیگا کہ اسی کی بات ہی مانی جاوے اور جو کچھ وہ پیش کرتا ہے وہ سب تسلیم کر لیا جاوے ایسی صورت میں اس حکم کو کیا کرنا ہوگا کیا وہ سب کی باتیں مان لیگا یا یہ کہ بعض رد کریگا اور بعض کو تسلیم کرے گا۔

غیر مقلد تو راضی نہیں ہوگا جب تک اس کی پیش کردہ احادیث کا سارا مجموعہ وہ نہ مان لے اور ایسا ہی حنفی معتزلہ شیعہ وغیرہ کل فرقے تو تب ہی اس سے راضی ہو سکتے کہ وہ ہر ایک کی بات تسلیم کرے اور کوئی بھی رد نہ کرے۔ اور یہ ناممکن ہے اگر یہ ہو کہ کوٹہری میں بیٹھا رہے گا اور اگر شیعہ اوس کے پاس جاوے گا تو اندر ہی اندر مخفی طور پر اسے کہدے گا کہ تو سچا ہے اور پھر سنی اوس کے پاس جاویگا اوسکو کہدیگا کہ تو سچا ہے اور اسیطرح پر جو اس کے پاس جاوے گا اوس کو کہدیگا کہ تو سچا ہے۔ تو پھر تو بجائے حکم ہونے کے وہ پکا منافق ہوا اور بجائے وحدت کی روح پھونکنے کے اور سچا اخلاص پیدا کرنے کے وہ نفاق پھیلانے والا ٹھہرا مگر یہ بالکل غلط ہے آنیوالا موعود حکم واقعی حکم ہوگا۔ اس کا فیصلہ قطعی اور یقینی ہوگا۔ اس کے فیصلہ میں اپیل ہے نہیں۔

ایک نقل مشہور ہے کہ کسی عورت کی دو لڑکیاں تھیں ایک بیٹ میں بیاہی ہوئی تھی اور دوسری بانگر پر اور وہ ہمیشہ یہ سوچتی رہتی تھی کہ دو میں سے ایک ہے نہیں۔ اگر بارش زیادہ ہوگئی۔ تو بیٹ والی نہیں ہے اور اگر نہ ہوئی تو بانگر والی نہیں ہے۔

یہی حال حکم کے آنے پر ہونا چاہیئے۔ وہ خود ساختہ اور موضوع باتوں کو رد کر دیگا۔ اور سچ کو لیگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نام حکم رکھا گیا ہے۔ اسی لئے آثار میں آیا ہے کہ اس پر کفر کا فتویٰ دیا جاویگا۔ کیونکہ وہ جس فرقہ کی باتوں کو رد کریگا وہی اوس پر کفر کا فتویٰ دیگا۔

یہانتک کہا ہے کہ مسیح موعود کے نزول پر ایک شخص اوٹھ کر کہڑا ہوگا اور منبر پر چڑھ کر کہے گا ان ھذا الرجل غیر دیننا اس شخص نے ہمارے دین کو بدل دیا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت اس امر کا ہوگا۔ کہ وہ بہت سی باتوں کو رد کر دیگا۔ جیسا کہ اس کا منصب اوس کو اجازت دیگا

غرض اس بات کو سرسری نظر سے ہرگز نہیں دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ غور کرنا چاہیئے کہ حکم عدل کا آنا اور اس کا نام دلالت کرتا ہے کہ وہ اختلاف کے وقت آئیگا اور اس اختلاف کو مٹائیگا۔ ایک کو رد کرے گا اور اندرونی غلطیوں کی اصلاح کریگا۔

وہ اپنے نور فراست اور خدا تعالیٰ کے اعلام و

ہوگا

غلام

الہام سے بعض ڈھیروں کے ڈھیر چلا دیگا اور پکی اور محکم باتیں رکھ لیگا۔ جب یہ مسلم امر ہے تو پھر مجھ سے یہ امید کیوں کی جاتی ہے کہ میں ان کی ہر بات مان لوں قطع نظر اس کے کہ وہ غلط اور بیہودہ ہے۔ اگر میں ان کا سارا رطب و یابس مان لوں تو پھر میں حکم کیسے ٹھہر سکتا ہوں۔ یہ ممکن ہی نہیں۔

افسوس یہ لوگ دل رکھتے ہیں پھر سوچتے نہیں آنکھیں رکھتے ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ کان رکھتے ہیں پر سنتے نہیں ان کے لئے بہتر یہ راہ اب یہی ہے کہ وہ رو رو کر دعائیں کریں اور میرے متعلق کشف الحقیقت کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق چاہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص محض احقاق حق کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیگا وہ میرے معاملہ کی سچائی پر خدا تعالیٰ سے اطلاع پائیگا اور اس کا زنگ دور ہو جائیگا۔ بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جو دلوں کو کھولے اور کشف حقایق کی قوت عطا کرے۔ اسلام اسوقت مصیبت کی حالت میں ہے اور وہ ایک فنا شدہ قوم کی حالت اختیار کرچکا ہے۔ ایسی حالت اور صورت میں ان لوگوں پر تعجب ہوتا آتا ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام کی اس تباہ شدہ حالت کی اصلاح کے لئے کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ بیمار ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہلاک ہو جائیں ایسے بیماروں سے بڑھ کر کون واجب الرحم ہو سکتا ہے جو اپنی بیماری کو صحت سمجھتے ہیں یہ مرض ہے جسکا علاج کرنا چاہیئے اور ان لوگوں پر اور بھی افسوس ہے جو خود حدیثیں پڑھتے اور پڑھاتے تھے کہ ہر صدی کے سر پر مجددؑ آیا کرتا ہے۔ لیکن اس چودھویں صدی کے مجددؑ کا انکار کر دیا۔ اور نہیں بتاتے کہ اس صدی پر جس میں سے بیس سال گذر گئے کوئی مجدد آیا ہے یا نہیں ؟ خود پتہ نہیں دیتے اور آنیوالے کا نام دجال رکھتے ہیں۔

کیا اسلام کی اس خستہ حالی کا مداوا اللہ تعالیٰ نے یہی کیا کہ بجائے ایک مصلح اور مرد خدا کے بھیجنے کے ایک کافر اور دجال کو بھیجدیا ؟ یہ لوگ ایسے اعتقاد رکھ کر خدا تعالیٰ کو اس کی پاک کتاب قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں۔ خدا ان پر رحم کرے +

اسوقت تقویٰ بالکل اٹھ گیا ہے اگر ملانوں کے پاس جائیں تو وہ اپنے ذاتی اور نفسانی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں مسجدوں کو دوکانوں کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔ اگر چار روز روٹیاں بند ہو جائیں تو کچھ تعجب نہیں کہ نماز پڑھنا پڑھانا ہی چھوڑ دیں۔ اس دین کے دو ہی بڑے حصے تھے ایک تقویٰ دوسرے تائیدات سماویہ مگر اب دیکھا جاتا ہے کہ یہ باتیں نہیں رہیں۔ عام طور پر تقویٰ نہیں رہا اور تائیدات سماویہ کا یہ حال ہے کہ خود تسلیم کر بیٹھے ہیں کہ مدت ہوئی انہیں نہ کوئی نشانات ہیں نہ معجزات اور نہ تائیدات سماویہ کا کوئی سلسلہ ہے۔

جلسہ مذاہب میں مولوی محمد حسین نے صاف طور پر اقرار کیا تھا کہ اب معجزات اور نشانات دکھانے والا کوئی نہیں اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ تقویٰ نہیں رہی کیونکہ نشانات تو متقی کو ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کی تائید اور نصرت کرتا ہے مگر وہ نصرت تقویٰ کے بعد آتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات اور معجزات اسی لئے عظیم الشان قوت اور زندگی کے نشانات ہیں کہ آپ سید المتقین تھے آپکی عظمت اور جلال کا خیال کرکے ہی انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اب پھر اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ آپ کا جلال دوبارہ ظاہر ہو اور آپکے اسم احمدؐ کی تجلی دنیا میں پھیلے اور اسی لئے اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ یہ سلسلہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے اور اسکی غرض اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال ظاہر کرنا ہے۔ اس لئے کوئی مخالف ہاتھ اسکو گزند نہیں پہنچا سکتا۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زندگی ماننے سے شرک پیدا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اسکو پسند نہیں کرتا۔ اور آنحضرت کی عظمت توحید ہی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ **مسیح کی موت** کے پردہ کو اوٹھادے اور عالم کو دکھادے کہ درحقیقت حضرت مسیح عام انسانوں کی طرح تھے انمیں کوئی خصوصیت اور الوہیت نہ تھی وہ وفات پاگئے۔

اور جیسے جسمانی طور پر آپ مرگئے روحانی طور پر بھی عیسائی مذہب مرگیا اور اس میں کوئی قبولیت اور شرف کا نشان باقی نہیں ایک بھی عیسائی نہیں جو کھڑا ہو کر دعوے سے کہہ سکے کہ میں ان زندہ آثار اور نشانات سے جو زندہ مذہب کے ہیں اسلام کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔

چالیس کروڑ انسان جو مختلف اغراض نفسانی کی بنا پر یا اور وجوہات سے اسکو خدا بنا رہے ہیں وہ وقت آتا ہے کہ اسکی خدائی سے توبہ کریں گے اور اوسکو عام انسانوں میں جگہ دیں گے +

مسلمانوں پر افسوس ہے جنہوں نے عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملائی ہے اور اوس کو خدا بنانے میں مدد دی۔ عیسائی کھلے طور پر خدا مانتے ہیں اور یہ لوگ خدائی کے صفات دیتے ہیں ان کی ویسی ہی مثال ہے۔ جیسے کوئی شخص کہے کہ فلاں آدمی مرگیا ہے لیکن دوسرا یہ کہے کہ ابھی مرا تو نہیں مگر بدن سرد ہے اور نبض بھی نہیں چلتی اور حرکت بھی نہیں۔ تو کیا وہ مردہ نہ ہوگا۔ یہی حال حضرت عیسیٰ کی خدائی کے متعلق ہے۔ خدائی کے صفات انمیں تسلیم کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم خدا نہیں مانتے اب غیرتمند مسلمان سوچکر جواب دیں کہ جب حضرت عیسےٰ کو خالق مانا جاتا ہے محی مانا جاتا ہے۔ عیب دان مانا جاتا ہے شافی مانا جاتا ہے حی مانا جاتا ہے تو اور کیا باقی رہا۔

غرض مسلمانوں کی حالت بہت نازک ہوگئی ہے اور وہ سوچتے نہیں۔

اسوقت اگر اور نشانات اور تائیدات ہمارے دعویٰ کی مصدق اور مؤید نہ ہوتیں۔ تب بھی وقت ایسا تھا کہ وہ زبردست ضرورت بتاتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہی ان کی آنکھیں کھولے تو بات بنیگی۔

خمسہ بر غزل حضرۃ اقدس

عم از جناب ایس ایم یوسف صاحب احمدی کمپ انبالہ

یہ وہ فرقان یزدان ہے دل و جان جسپہ قربان ہے
ہو انجیل اس کی ہمرتبہ نہیں ہرگز یہ امکان ہے
نہیں اذعنل نہ بور اس سے نہ توریت اس سے ذیشان ہے
جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلمان ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے۔

جو منکر ہے کلام حق کا وہ سمجھے گا اس کو گیا۔
کہیں خفاش کو بھی ہے بھلا سورج نظر آیا
نہ دیکھا آجتک ہمنے کسی کا بھی کلام ایسا۔
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا۔
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحمان ہے

نہیں ثانی کوئی اسکا فصاحت اور بلاغت میں
گل وحدت کی نکہت آتی ہے اسکی ہر آیت میں
یہی شیریں ثمر لاریب ہے باغ ہدایت میں۔
بہار جاوداں پیدا ہے اوس کی ہر عبارت میں۔
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلام اللہ ہے یہ قول انسانی نہیں ہرگز۔
سمجھنا اس کا ہے دشوار آسانی نہیں ہرگز
بجز اس کے ضیائے دین و ایمانی نہیں ہرگز
اگر لولوے عماں ہے و گر لعل بدخشاں ہے

(باقی آئندہ)

حضرت امام الملۃ حجۃ اللہ کے مکتوبات

حضرت حکیم الامت کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ الحمد للہ والمنت کہ کل کے خط سے بخیر و عافیت آپ کے واپس تشریف آوری کی خوشخبری معلوم ہوئی بشیر احمد عرصہ تین ماہ تک برابر بیمار رہا تین چار دفعہ ایسی حالت نازک تک پہنچ گیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ شاید دو چار دم باقی ہیں مگر عجیب قدرت قادر ہے کہ ان سخت خطرناک حالتوں تک پہنچا کر پھر ان سے رہائی بخشتا رہا ہے اب بھی کسی قدر علالت باقی ہے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ آثار خطرناک نہیں ہیں بےشک ایسے اوقات بڑی ابتلا کے وقت ہوتے ہیں اور ایسے وقتوں کے دعا بھی عجیب قسم کی دعا ہوتی ہیں سو الحمد للہ والمنت کہ آپ ایسے وقتوں میں یاد آجاتے ہیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان

۲۰-جولائی ۱۸۸۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی

بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ یہ عاجز بباعث شدت درد سر جو کئی دن سے لاحق رہی اور آج کچھ تخفیف ہے مگر ضعف بہت ہے تحریر جواب سے قاصر رہا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا آپ پر بہت ہی فضل و کرم ہے جسکا غور سے مطالعہ کرنیکے بعد آپ اوس کا شکر ادا نہیں کر سکیں گے رہی حرمان بات نکرد تردد سو وہ بھی کسی بڑی مصلحت کے لئے جس کی حقیقت تک انسان کو رسائی نہیں ایک وقت مقررہ تک لگائے گئے ہیں اور وقت مقررہ کے آنے سے دور بھی ہو جائیں گے الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر اس احقر ناچیز کے دعا بھی انشاء اللہ منقطع نہیں ہونگے جب تک کشود کار پیدا نہ ہو ولم اکن بدعائک شقیا اور دینی امور میں اگر کچھ قبض ہو یا اعمال صالحہ میں غبطی تو پھر بھی مقام شکر ہے کہ اس نقصان حالت کے لئے دل جلتا ہے اور کباب ہوتا ہے یہ بھی تو ایک بڑی نیکی ہے کہ نیکی کے حصول کے لئے دل غمگین ہے۔ ہم لوگ بکلی اپنے اختیار میں نہیں علت العلل میری سر پر ہے جو مدبر و حکیم ہے بمقتضاء مصلحت و حکمت جو چاہتا ہے ہم سے معاملہ کرتا ہے فرض کیا اگر وہ ہمیں دوزخ میں بھی ڈالے تو وہ دوزخ ہمیں بہشت سے اچھا ہے ہم کیسے ہی نالائق ہوں مگر پھر اوس کے ہیں ؎

گر نباشد بدوست رہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

خاکسار غلام احمد از قادیان

۲-مارچ ۱۸۸۷ء

از طرف عاجز عائذ باللہ غلام احمد

بخدمت اخویم مخدوم و مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ عنایت نامہ پہنچا اور کئی بار میں نے اوس کو غور سے پڑھا جب میں آپ کی ان تکلیفوں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی اون کریمانہ قدرت کو جن کو میں نے بذات خود آزمایا ہے اور جو میرے پر وارد ہو چکی ہیں تو مجھے بالکل اضطراب نہیں ہوتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خداوند کریم قادر مطلق ہے اور بڑے بڑے مصائب شدائد سے مخلصی بخشتا ہے۔ اور جس کی معرفت زیادہ کرنا چاہتا ہے ضرور اُس پر مصائب نازل کرتا ہے تا اوسے معلوم ہو جاوے کہ کیونکر وہ ناامیدی سے امید پیدا کر سکتا ہے غرض فی الحقیقت وہ نہایت ہی قادر و کریم و رحیم ہے البتہ صبر چاہیئے کہ ہر ایک چیز اپنے وقت سے وابستہ ہے جسقدر ضعف دماغ کے عارضے میں یہ عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں آخر میں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا۔ تو اللہ جلشانہ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ضعف قلب تو اب بھی مجھے اسقدر ہے کہ میں بیان ہی نہیں کر سکتا خدا تعالیٰ سے زیادہ تر کامل معالج اور کوئی بھی نہیں ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم بالکل اپنے تئیں نکما اور بےہنر سمجھیں اور ہر طرف سے قطع امید کر کے ایک ہی آستانہ کے منتظر رہیں سو اگر آپ مجھے بشرط صبر و شکیب رکھنے کے اجازت دیں تو میں اُسی کامل معالج سے آپ کے علاج کی درخواست کرتا رہوں گا بشرطیکہ آپ عجلت نہ کریں ؎

طالب گار باید صبور و حمول

اب مجھے کسی تدبیر ظاہری پر اعتقاد نہیں رہا۔ میں جانتا ہوں کہ تدبیر عائب بھی تبھی سوجھتی ہے کہ جب خود قادر مطلق بندہ سے رہا کرنا چاہتا ہے۔ مگر میں اس بات سے بہت ہی خوش ہوں۔ اس طرح کہ جسطرح کوئی نہایت راحت بخش نشاط میں ہوتا ہے کہ ہم ایسا قادر و کریم اپنا مولا رکھتے ہیں کہ جو قدرت بھی رکھتا ہے اور رحم بھی۔ آج میں نے چار کتابیں سیالکوٹ میں رجسٹری کرا کر بھیجدی ہیں۔ اطلاعاً لکھا گیا۔

والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان

مورخہ ۲۲ جنوری ۱۸۸۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
نحمدہٗ و نصلی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کل عنایت نامہ پہنچا مبلغ سو روپیہ پہلے اس سے پہنچ گیا تھا جزاکم اللہ خیرا اس عاجز کا دماغ نہایت ضعیف ہو گیا ہے ابھی آنجناب کا کام نہیں ہو سکتا ایک خط کا لکھنا مشکل ہے اللہ جلشانہ غیب سے قوت فرما دے۔ مولوی محمد حسین صاحب بہت دور جا پڑے ہیں جو شخص اس دُنیا سے دل نہ لگاوے اور اپنی حالت پر نظر کرے اور اپنے قصوروں کا تدارک چاہے خدا تعالیٰ اوسکو بصیرت بخش دیتا ہے ورنہ بل ران علیٰ قلوبہم ما کانوا یکسبون کا مصداق ہو جاتا ہے مولوی محمد حسین ایک مقام اور ایک رائے پر ٹھہر گئے ہیں اور وہ مقام اور وہ رائے انہیں پسند آگیا ہے لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اسی پر اُن کے موت ہو تو اونہیں اس طبقہ میں جانا پڑے گا جس میں محجوبین جایا کرتے ہیں خدا تعالیٰ صدق اور صادقین کی طلب اُن میں پیدا کرے اور زنگ موجودہ سے اُنہیں نجات دے ورنہ اون کی خطرناک حالت ہے منقولی طور پر معلومات کے وسعت یا معقولی طور پر کچھ قیل و قال کا مادہ ایک ملحد میں بھی پیدا ہو سکتا ہے جائے فخر نہیں اور نہ اس سے وہ قدوس خوش ہو سکتا ہے جس کے دلوں پر نظر ہے سچائی اور راستبازی اور انقطاع الی اللہ میں انسان کی نجات ہے ورنہ علم بھی ہو تو کیا فائدہ ؎

خرِ عیسیٰ بر و کتابے چند

محمد حسین کی حالت نہایت نازک ہے اور انہیں اُس کی خبر نہیں

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

خاکسار غلام احمد از قادیان ۷ دسمبر ۱۸۸۹ء

حضرت حکیم الامۃ کا الوداعی وعظ جلسہ کی تقریر

صحبت صادقین

یاایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین

ہر ایک مریض و بیمار کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ اپنی زندگی اور صحت کی کچھ بھی قدر جانتا ہے تو کسی تجربہ کار طبیب کے حضور حاضر ہو اور اپنی بیماری کے حالات عرض کرے اور پھر صبر اور استقلال کے ساتھ اس کے علاج اور طبی مشورہ سے فایدہ اوٹھائے۔ گھبرائے نہیں اپنے دل نہ ہوا جلد بازی نہ کرے اور بد پرہیز نہ ہو۔ طبیب کی رائے میں اپنی رائے کا دخل نہ دے اور نہ کسی دوسرے کی رائے کو اسپر مقدم کرے۔ اور پوری احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ اس کے تجویز کردہ نسخہ کو استعمال کرے یہہ قاعدے اور اصول ہیں جو ہر مریض کو اختیار کرنے چاہیں اگر وہ اپنی جان کی پروا کرتا ہے۔ ایسا مریض اگر اسکا مرض حد علاج سے باہر نہیں ہو گیا یعنے مرض اسپر پورا پورا اثر کرکے اس کے قویٰ کو معطل اور بیکار نہیں کر چکا ضرور ہے کہ اس تجربہ کار طبیب سے فائدہ اوٹھالے۔ لیکن اگر مرض اوس کو کھا چکا ہے اور علاج کے لئے کوئی وقت اور موقع باقی نہیں رہا تو گو وہ مریض بچ نہ سکے تاہم کسی نہ کسی حد تک فائدہ اوٹھائیگا لیکن اگر مریض ان قواعد اور اصول کی پیروی نہیں کرتا اور جلد بازی اور عجلت سے کام لیتا ہے تو طبیب اوسکی کیا پروا کریگا۔ کچھ بھی نہیں۔ اور وہ شخص جس سے طبی مشورہ لیا جاوے جس کی صحبت میں رہ کر اپنے دکھوں کا علاج کیا جاوے تجربہ کار ہونا ضروری ہے۔

اس اصل کو یاد رکھنے کے بعد اب یہہ سمجھنا چاہیئے کہ امراض دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو جسمانی امراض ہوتے ہیں اور دوسرے روحانی۔ جسمانی امراض کا اثر بھی روح پر پڑتا ہے۔ اس لئے سرور عالم فخر ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے علوم کی تقسیم بیان فرماتے ہوئے یہی فرمایا العلم علمان علم الابدان و علم الادیان۔ *

علم الابدان کو علم الادیان پر مقدم اسی لئے کیا ہے یہہ مسالہ بہت ہی صاف اور واضح ہے کہ جسمانی امور اور حوادث کا اثر روح پر ضرور پڑتا ہے اگر کسی کے سر میں چوٹ لگ جاوے تو اوس کی قوت حافظہ متفکرہ اور دوسرے عقلی قوے میں فتور آجاتا ہے۔ انسان اگر بیرونی حوادث سے متاثر ہو تو اوس کی روح پر بھی ایک اثر ہوتا ہے اور اُس کے قلب میں رقت پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض اس امر کی بہت سی مثالیں ہیں اور اوسپر مجھکو کسی لمبی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایک عام مسلم بات ہے۔

جسطرح پر جسمانی امراض بے شمار ہیں اسیطرح روحانی امراض بھی کثرت سے ہوتی ہیں اور ہر عضو و قوت کی جدا جدا بیماریاں ہوتی ہیں۔ بہت سی بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان اونکو بالکل معمولی باتیں سمجھتا ہے لیکن وہ اندر ہی اندر اپنی باریک رفتار سے بہت سی روحانی قوتوں کا ستیاناس کر دیتی ہیں اور آخر روحانی طور پر انسانکو ہلاک کر دیتی ہیں۔ پس جیسے کسی جسمانی عارضہ کو گو وہ کیسا ہی خفیف کیوں نہ ہو کبھی خفیف نہیں سمجھنا چاہیئے اور تجربہ کار اور حاذق طبیب کی صحبت میں رہ کر اُس کے مشورہ اور ہدایت کے موافق علاج اور پرہیز کے اصول مدنظر رکھکر علاج کرنا ضروری ہے اسی طرح پر روحانی امراض کے علاج کی فکر چاہیئے علاج کرانے کے اصول اس میں بھی وہی ہے جو جسمانی علاج کے ہیں یعنے بدظنی نہو شتاب کاری۔ بد پرہیزی۔ اور اپنی یا کسی اور کی رائے کا تقدم طبیب کی رائے پر نہ ہو۔ ایسا مریض فائدہ اوٹھانے کی توقع کر سکتا ہے۔ اور فائدہ اوٹھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے موقع دیا ہے کہ امراض اور ان کے علاج کا ایک علم اور تجربہ مجھے عطا فرمایا اور ایک فقیر سے لیکر بادشاہ جہاں سے لیکر عالم غرض ہر طبقہ اور عمر کے لوگوں کے امراض اور اون کے طرز علاج کا علم سیکھا۔ اور چونکہ جسمانی اور روحانی امراض کے اصول ایک ہی ہیں محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے باریک در باریک روحانی امراض کا علم بھی مجھے دیا گیا ہے۔ اور میں مولیٰ کریم کی حمد کرتا ہوں اور اُس کا شکر گذار ہوں کہ اُسنے جیسے مجھے امراض کا علم عطا کیا اُس کے علاج کی طرف بھی توجہ دلائی اور تمام قسم کے روحانی امراض کا مجرب نسخہ بینے پالیا وہ مجرب نسخہ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن شریف ہے جسکا نام رحمۃ۔ ہدایۃ شفا۔ نور۔ فرقان کتاب خیر وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھپر یہہ بھی احسان کیا کہ اس نسخہ کا عشق اور محبت میرے دل میں ڈالدی اور اس رحمۃ اور شفا کتاب کو میرے لئے روحانی غذا بنا دیا جسکے بغیر میں سچ کہتا ہوں کہ زندہ نہیں رہ سکتا۔

اور پھر اُس کے فضلوں میں سے ایک عظیم الشان فضل مجھپر یہہ بھی ہے کہ اس نسخہ کا سچا عامل اور حاذق طبیب جو اس زمانہ کے مریضوں کے لئے مسیح ہے اس کا مجھے پتہ دیا اور نہ صرف پتہ بلکہ اسکی خدمت میں پہنچاکر مجھے موقعہ اور توفیق دی کہ میں اپنی روحانی امراض کا علاج کروں چنانچہ میں یہ ساری باتیں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اس کی صحبت میں رہکر اپنی بہت سی بیماریوں سے خدا کے فضل سے شفا پائی اور بہت سے امراض ہیں جو دور ہو رہے ہیں ہیں چونکہ اصول علاج سے واقف اور تجربہ کار ہوں اس لئے میں جو کچھ کہونگا وہ خیالی اور فرضی باتیں نہیں ہو سکتیں ہیں۔ اور میں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ شاید کسی کو فائدہ پہنچ جاوے + قرآن شریف کو غور سے پڑھنے اور اس زمانہ کی حالت پر فکر کرنے کے بعد جبکہ وہ نازل ہوا میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جسقدر امراض روحانی طور پر ہو سکتے ہیں اور میرا تو یقین ہے کہ جسمانی بھی وہ سب کے سب اس نسخہ کے استعمال سے پیدا ہی نہیں ہوتے اور اگر ہو چکے ہوں تو دور ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ضرورت ہے صدق کی ضرورت ہے استقلال اور صبر کی ضرورت ہے حسن ظن کی یہ ایک عام اصول ہے کہ ہر مریض کو ضروری ہے کہ وہ کسی تجربہ کار طبیب کے حضور حاضر ہو اور اس طبیب کو ضروری ہے کہ تجربہ شدہ نسخہ اس کے علاج کے لئے استعمال کرے۔ دنیا میں جس قدر امراض اسوقت ہیں یا تاریخ شہادت دیتی ہے کہ ہو چکی ہیں وہ سب کی سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھیں سب سے بڑھکر قابل عزت و عظمت اللہ تعالیٰ کی کتاب ہو سکتی ہے اور ہے۔ لیکن اس زمانہ میں اللہ کی کتاب ایسی چھوٹ گئی تھی کہ کتاب اللہ کا کچھ پتہ ہی نہیں ملتا تھا چنانچہ طبقات الارض کے محققوں کو بھی باوجود دیکھا دینوں نے زمین کو کھود ڈالا اس کا پتہ نہ لگا بلکہ صرف ترجمہ در ترجمہ در ترجمہ رہ گئے جس سے ایک آدمی جو سمجھدار ہو اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ لوگ جو اہل کتاب کہلاتے تھے کن مشکلات اور مصائب میں مبتلا تھے وہ قوم جو اپنی عقلوں اور علوم پر آج ناز کرتی ہے۔ اپنی مصنوعی اور ملمع سازیوں پر اتراتی اور خدائی کے دعوے کرتی ہے۔ اس کا یہہ حال کہ بغل میں جو کچھ لئے پھرتی ہے اس کے اصل کا ہی پتہ نہیں مذہب کا معاملہ ایمان کا معاملہ ابدی رنج و راحت کا سوال مگر افسوس اس کے حل کرنے کی کلید روحانی امراض کا شفا بخش نسخہ خدا کی کتاب پاس نہیں اور جو پاس ہے وہ ترجمہ در ترجمہ ہے اور اسیکو لے کر خوش ہو رہے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں خدا کی کتاب ہے!!! افسوس اس قوم پر

+ [illegible]

* و علم الادیان علم الابدان

حضرت حکیم الامۃ کے ارشادات

ان یاکل لحم اخیہ

غیبت کرنیوالے کو قرآن شریف نے اپنے بھائی کا گوشت کھانیوالا قرار دیا ہے۔ اور یہ امر واقعات سے ظاہر ہے کیونکہ جس شخص کی غیبت کیجاوے جب اوس کو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے اسکی غیبت کی اور اس کی برائی بیان کی تو اسے رنج ہوتا ہے۔ اور سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ اس رنج اور صدمہ سے انسان کا خون اور گوشت کم ہو جاتا ہے اسطرح پر وہ کمی اس غیبت کنندہ کی وجہ سے ہوئی۔ پس وہ گوشت جو کم ہوا وہ گویا اس غیبت کرنیوالے نے کھایا ہے اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ تم کسی کی غیبت نہ کرو +

غیبت کے معنے ہیں ایسی بات جو اگر کسی کے سامنے کیجاوے تو کہنے والا رکے اور شرم کرے +

انسانی بناوٹ میں ہے کہ اپنے سے بڑھ کر طاقت والے کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اپنے محسن سے محبت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بار بار اپنی کبریائی اور عظمت اور اپنے احسانات اور انعامات کو بیان کرتا اور یاد دلاتا ہے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ ہی کا سچا فرمانبردار رہے اور اس سے ہی سچی محبت کرے +

خدا تعالیٰ کے کام اور اوامر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک کونی دوسرے شرعی۔ کونی اوامر کا کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ اسمیں انسانی تصرف اور دخل کچھ نہیں ہوتا۔ مگر اوامر شرعی میں انسانی دخل اور تصرف ہوتا ہے وہ چاہے کرے چاہے نہ کرے مثلاً ایک زبان ہی ہے اس میں جو قوت ذائقہ رکھی گئی ہے وہ امر کونی کے ماتحت ہے اگر اسے ہم کہدیں کہ تو اس قوت کو بدل دے اور نمکین کو شیریں اور شیریں کو نمکین بتا دے تو وہ کبھی نہیں کر سکتی۔ لیکن اس میں جو قوت گویائی ہے وہ امر شرعی کے ماتحت ہے۔ اس سے اچھی اور نیک باتیں بھی بول سکتے ہیں اور بری اور ناپاک بھی۔ یہانتک کہ انبیاء رسل اور راستبازان الہٰی کو گالیاں دینے والے بھی اسی زبان سے کام لیتے ہیں جو انسان شرعی امر کے ماتحت امر و نہی کا لحاظ رکھتا ہے۔ اور اپنی عادت کو اسکا ماتحت بناتا ہے۔ آخری اور انتہائی حالت اسپر بھی پھر اسی قسم کی آجاتی ہے کہ وہ ایک رنگ میں کونی اوامر کے ماتحت ہو جاتا ہے یعنے صدور افعال حسنہ میں اسکو تکلف سے کام نہیں لینا پڑتا بلکہ بے اختیار وہ نیکی [illegible] +

عام فوائد برہانوی الی حین

بال اُڑانے کی دوائیوں سے ہشیار رہنا چاہیے کیونکہ حال میں ایک انگریزی لیڈی جس نے اپنے ہونٹوں پر کے بال اوڑانے کے لئے دوائی لگائی تھی ہسپتال میں بیمار پڑی ہے۔ ڈاکٹر بیان کرتے ہیں کہ سنکھیا کے زہر کا اثر ہے +

چیچک کی بابت تجربات سے ثابت ہوا ہے۔ کہ سرخ روشنی اُس کے مریض کے لئے نہایت مفید ہے۔ اور اس سے داغ بھی فی الفور دور ہو جاتے ہیں +

بارش سے نہ صرف ہوا سرد ہو جاتی ہے بلکہ وہ تمام قسم کی غلاظتوں کو صاف کرنیوالی ہے اور اس سے امراض کے مقروب اور جرم مر جاتے ہیں +

امریکہ کے بعض سوداگروں نے چاند کے قرص کو اشتہاروں کے لئے کام میں لانے کا بندوبست کیا ہے جسمیں وہ ایکس شعاع اور بے تار کے تار برقی سے مدد لینگے +

روئی یا ریشمی یا اونی کپڑے سے سیاہی کے دھبے دور کرنے کے لئے اُس حصہ کو تارپین کے سپرٹ میں چند گھنٹہ تک رکھو اور پھر خوب مل ڈالو۔ اس سے رنگ یا ساخت میں مطلقاً فرق نہیں آئے گا۔

تار برقی میں یہاں تک ترقی ہوئی کہ اب بجائے اشارات کے ٹائپ کے حرف خودبخود لکھے جاتے ہیں اور عام آدمی بھی جو اشارات سے واقف نہ ہو پیغام دے سکتا ہے

مائکرو فون (باریک آوازیں سننے کا آلہ) میں یہانتک ترقی ہوئی کہ مرتی ہوئی مکھی کی ہچکیاں سنی جا سکتی ہیں +

انڈوں کے محفوظ رکھنے کیلئے ایک پونڈ واٹر گلاس کو ایک گیلن ٹھنڈے پانی میں خوب ملا دو جو ذرا محنت طلب ہے پھر اُسی مٹی کے برتن میں ڈال کر انڈے کو موٹی طرف پر کر کے رکھو اور بالکل ڈوبا رہنا چاہیے +

مردہ بچے کو ایک ڈاکٹر نے موت سے بیس گھنٹے بعد پھر زندہ کر دکھایا۔ اور اور ریسنگ دوسری صورتوں میں بھی کامیاب ہوا ہے۔ مگر یہ زندگی چند گھنٹے تک رہتی ہے اور آدمی ہوش میں نہیں آتا +

سمندر کا پانی پینا معدہ۔ جگر اور گردے کے لئے نہایت مفید ہے اور سب دوائیوں میں سے بڑھ کر رنگت کی صفائی کے لئے فائدہ دیتا ہے +

ایک انجن ایجاد ہوا ہے جس کے موجد کا دعویٰ ہے کہ اوس میں لکڑی کوئلے یا کسی اور چیز کی جگہ تمام ایندھن ہوا میں سے مفت لیا جایا کرے گا

لائبریری کی کتابوں سے ہشیار رہنا چاہیے کیونکہ اون کے ذریعہ متعدی امراض پھیلنے کا اندیشہ ہے چنانچہ حال ہی میں ایک عورت ایک کتاب کو چھو کر آنکھیں ملنے کے سبب سخت مرض چشم مبتلا ہو گئی۔

ولائت میں ایک مشین ایجاد ہوئی جس میں پیسہ رکھنے سے جس مرض کی دوا چاہو خودبخود مل جاتی ہے

سوڈا واٹر وغیرہ بھی آلائش سے بری نہیں ہوتے ولائت کے بعض دوکانوں کا پانی بعض گندی اور مخرب صحت اشیاء سے بھرا پایا گیا +

برلن میں رقیق ہوا کا ۱/۲ گیلن قریباً ایک روپیہ کو بکتا ہے۔ جو ایک قسم کی شیشی میں بند ہوتی ہے۔ اور جو وہ دن تک اس حالت میں رہ سکتی ہے صرف چند ایک قطرہ گلاس میں ڈالنے سے پانی برف کی طرح جم جاتا ہے +

مرغ کی کلغی اور پروں کی خوبصورتی کے لئے ہفتے میں دو بار مکئی کے بھنے دانے کھلانے نہایت مفید ہیں اس سے انڈے بھی زیادہ دیتے ہیں +

چینی کے برتن جوڑنے کے لئے صمغ عربی اور پلاسٹر اوف پیرس کے ملانے سے ایک نہایت عمدہ مصالح طیار ہو سکتا ہے +

نیند آوری کے لئے ایک نہایت عمدہ دوائی ورونل نامی ایجاد ہوئی ہے جس سے اعضائے رئیسہ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا +

ریڑھ کی ہڈی جو گولی سے شکستہ ہو گئی تھی ایک ڈاکٹر نے باہم پیوست کر کے سی دی جس سے مریض چند ماہ کے عرصے میں صحت یاب ہو گیا اور اُسکے ہوش اور حرکت بالکل بحال ہو گئی +

ناک کٹی ہوئی نکالنے یا بگڑی ہوئی صورت کو درست کرنے میں ایک ڈاکٹر چارلس نیلاٹن نامی نے نہایت ترقی کی ہے۔ وہ پسلی کی ہڈی کے نیچے سے ایک ٹکڑہ چمڑہ کاٹ کر بڑی ہشیاری سے ناک کی جگہ چسپان کر دیتے ہیں جو ایک دو ماہ کے عرصے میں بالکل درست ہو جاتا ہے اور اصلی اور نقلی ناک میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا +

کوئلے کو کان میں سے کھود کر انجن پر لانے کی بجائے اب یہ تجویز در پیش ہے کہ کان کے پاس ہی ان کوئلوں کے ذریعہ سے بجلی کی طاقت بہم پہنچائی جائے۔ اس سے باربرداری کے اخراجات سے چھٹکارا ہو جائے گا۔ یہ طاقت تار کے ذریعہ جہاں ضرورت ہو بھیجی جا سکے گی +

اہل مقدونیہ میں آجکل ٹھگوں کا بہت زور شور ہے جو جان لینے سے بھی درگذر نہیں کرتے۔

تقویٰ

نمبر ۲

متقی کے واسطے خداوند عالم خود معلم بنجاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ واتقوا اللّٰه ویعلمکم اللّٰه الله سے ڈرو۔ اور الله تمہیں تعلیم دیگا یہ تعلیم تین طرح پر ہوتی ہے۔ اول تو اس طرح پر کہ جسقدر کوئی انسان زیادہ خداترس بنتا ہے اوسکا قلب پاک اور نور فراست صاف اور روشن ہوجاتا ہے۔ اسطرح پر وہ طاقت جو نیکی اور بدی میں تمیز کرتی ہے تیز اور درست ہوتی جاتی اور عبادات اور معاملات میں اوس کا فطرتی قیاس صحیح ہوتا جاتا ہے اس فطرتی روشنی پر بعض لوگوں کو اسقدر اعتماد ہوتا ہے کہ اسی کو یقینی اور کافی سمجھکر الہام الٰہی کو ہیچ اور غیر ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔ اسمیں کوئی شک نہیں تعلیمات ربانی کا پہلا زینہ یہی اندرونی نور اور صفائی قلبی ہے مگر یہ اکیلا اسقدر تبلاسکتا ہے کہ **ایسا ہونا چاہیئے** یہ یقین پیدا نہیں کرسکتا کہ **ایسا ہے** دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام اندرونی تفہیمات جو خدا اور عاقبت کے متعلق عبد صالح کے اندر پیدا ہوں وہ ظن اور قیاس کا درجہ رکھتی ہیں جبتک اون کے ساتھ واقعات شامل نہوں تب تک یقینی نہیں ہوسکتی۔ دویم اسطرح پر کہ متقی انسان کو اسکی خطاؤں اور غلطیوں پر ساتھ کے ساتھ تنبیہ ہوتی رہتی ہے اور ہر بلا کی نسبت وہ صاف طور پر دیکھتا ہے کہ بعض عیوب کو دور کرنے اور بعض کمالات اون کی جگہ پیدا کرنا اُس کا مقصود ہے مثلاً جب ایک متقی انسان خداپرستی میں سستی کرتا تعمیل احکام الٰہی میں غافل ہوتا یا کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو اُس غفلت یا گناہ کے مطابق کچھ مصیبت اُس پر آتی ہے اگر کثرت دولت کی وجہ سے استغنا پیدا ہوا ہے تو مال کا نقصان ہوتا اگر اولاد کی فرط محبت میں خدا سے غافل ہوا ہے تو اولاد میں بیماری یا موت یا بیراہی کے مصایب سامنے آتی ہیں اگر کھانے پینے کی ہوسوں میں اپنے رب سے بدمست ہوا ہے تو بھوکہ یا بیماری کی بلائیں پیش آتی ہیں الغرض ہر ایک بلا ایک قسم کی تنبیہ ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے اُس کے پیارے بندوں کو ہوتی ہے جو بعض عیبوں کے دور ہونے اور بعض کمالات حاصل ہونیکا موجب ہوتی ہے چنانچہ قرآن مجید اپنے مومن بندوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ **لنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع والنقص من الاموال والانفس والثمرات فبشر الصابرین ۝ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ قف واولٰئک ھم المھتدون**

اور البتہ ہم کچھہ خوف اور بھوکھ سے اور مال وجان اور پھلوں کی کمی سے تمہاری اصلاح اور تکمیل کرینگے اور (اے پیغمبر) ان صبر کرنیوالوں کو خوشخبری سُنادو جو مصیبت پڑنے پر اناللّٰہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں کہ یہی لوگ ہیں جنپر اُن کے رب کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے۔ اور یہی لوگ ہدائت یافتہ ہیں۔ یعنی جو لوگ ابتلاؤں کے وقت صبر کرتے خدا سے بیزار ہوکر دینیات کا راستہ نہیں چھوڑتے بلکہ لائق شاگردوں کی طرح اُس حقیقی اوستاد کی سرزنشوں کو برداشت کرتے اور آگے کو زیادہ ہوشیار اور محنتی بنجاتے ہیں۔ وہ اپنے صبر کے صلہ میں رب العالمین کی رحمت کے نیچے آجاتے ہیں اور حقیقت میں یہی لوگ خوش نصیب اور مستحق ہدائت ہیں۔ جو شاگرد پہلے روز اُستاد کی تنبیہ سے بیزار ہوکر بھاگ جاتا اور سرکشی اختیار کرلیتا ہے وہ کبھی اون نتائج کو نہیں پہنچ سکتا جنکو ایک سعید صبر کرنیوالا شاگرد پہنچتا ہے غفلتوں خطاؤں اور گناہوں پر ساتھ کے ساتھ تادیب اور تنبیہ ہونے سے بہت سے مسائل جو قیاسی اور ظنی ہوتے تھے۔ اب واقعات کی صورت میں پیش آتے جاتے ہیں اور یقین بڑھتا جاتا ہے تب خدا اور اُسکا تصرف گناہ اور اوس کی سزا نیکی اور اُس کی جزا یہ تمام حقائق واقعات کے رنگ میں مشاہدہ ہوجاتے ہیں۔ سویم اسطرح پر کہ غیبی آوازیں کان میں پڑتی یا تحریریں اور دیگر نظارے نظر آتے یا ملائکہ بزرگوں کی صورت میں آکر کچھہ تبلاتے ہیں۔ ان حالتوں کو الہام اور کشف کہتے ہیں یہی خداوند عالم کی محبت معیت ہدایت نصرت اور رحمت کا مظہر ہوتے ہیں جو ایک ضعیف البنیان انسان غیر محدود طاقتوں اور قوتوں والا بنا دیتے ہیں

پھر وہی آنکھیں جو دیواروں سے گذر نہیں کرسکتیں پہاڑوں کے پیچھے تک دیکھہ آتی ہیں یہی کان جو معمولی کلام کو ایک خاص فاصلہ سے زیادہ نہیں سن سکتے ہزاروں لاکھوں کوس سے سننے لگتے ہیں یہی جسم انسان جو ایک حد سے زیادہ طاقت نہیں رکھتا اور ایک خاص رفتار سے زیادہ چلسکتا نہیں۔ لاانتہا طاقتوں والا ہوجاتا اور غیر متعین رفتار سے چلنے لگتا ہے یہی انسان جو غیبت پر کچھہ دسترس نہیں رکھتا اب اُسکو مرئیات کی طرح دیکھتا ہے۔ مگر یہ حالت دائمی اور اختیاری نہیں ہوتی۔ خاص خاص فیوض ربانی کے وقت اُس کا ظہور ہوتا ہے۔ تب وہ منٹوں میں **ملکوت السمٰوات والارض** کی سیر کرسکتا اور سکنڈوں میں ایسی ایسی سیریں کرتا ہے جو اور طرح پر برسوں کسیطرح نصیب نہ ہو سکیں۔ الہامی اور کشفی نظارہ اور تعلیمیں ایسی یقینی اور بعید از شک ہوتی ہیں جیسی کہ ظاہری آنکھوں سے دیکھی ہوئی یا کانوں سے سُنی ہوئی اور یہ کامل یقین الہامی باتوں پر اُسی طریق سے پیدا ہوتا ہے جس طرح سے کہ ظاہری نظر اور شنوائی کی باتوں پر بس یہی نظارہ ہیں جو دینیات میں کامل یقین اور معرفت کا موجب بنتے ہیں۔ اس سے پہلے جو کچھہ ہے وہ سماعی اور ظنی ہے جس کے فہم میں ہزارہا شبہات اور غلط فہمیوں کا احتمال رہتا ہے۔ تمام قرآن مجید ان الہامی اور کشفی عجائبات اور نظاروں کی تفصیلات اور تمثیلات سے بھرا ہوا ہے انشاء الله کریم اس مضمون کو کسی اور موقعہ پر علیحدہ صورت میں بیان کریں گے **وماتوفیقی الا باللّٰه العزیز الحکیم۔**

ہر ایک انسان کے واسطے متقی بننا فرض ہے قرآن مجید اس حکم کو بڑی تکرار اور طرح طرح کے پیرایوں میں فرماتا ہے واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون الله سے ڈرو تاکہ تم نجات پاؤ۔ یعنی خداترسی ان تمام اصلاحوں اور ترقیات کی بنیاد ہے۔ جو موجب نجات ہوتی ہیں۔ پھر دوسرے پیرایہ میں اس طرح پر فرماتا ہے۔ واتقوا النار التی اعدت للکافرین۔

اُس آگ سے ڈرو جو کافروں کے واسطے طیار کی گئی ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ **وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** نیکی اور خداترسی کے امور میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو مگر گناہ اور بغاوت پر ایکدوسرے کے معاون مت بنو واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب۔ الله سے ڈرو تحقیق الله سخت عذاب دینے والا ہے۔ چونکہ ریا اور خوف خلائق سے خداترسی میں کمی آتی ہے۔ اس لئے قرآن مجید فرماتا ہے۔ **فلا تخشوا الناس واخشون۔** لوگوں سے مت ڈرو۔ بلکہ مجھ سے ہی ڈرو چونکہ عموماً بُری باتوں کی کثرت ہے اسی وجہ سے انسان بُرائی کی طرف زیادہ مائل ہوجاتا ہے عام عادات رسومات خیالات تعلیمیں جنکو بیں اور طریق خراب اور ناجائز ہوتے ہیں ناقص العقل اور ضعیف الایمان لوگ کثرت دیکھکر اون کیطرف مائل ہوجاتے ہیں۔ پھر کچھہ نہیں سوچتے اور دیوانوں کی طرح اون کے پیچھے ہولیتے ہیں یہی جنون اور بیہودہ میلان ہے جو عمل کے موقعوں پر نتائج شد...

آپ بیتی

ہمارے مکرم مخدوم عالی جناب سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب نے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک عام حکم کے موافق ضرورت امام پر ایک مضمون لکھا تھا جو خاکسار ایڈیٹر الحکم کو اعلیٰحضرت نے عطا فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ اوس کو الحکم میں چھاپ دیا جاوے وہ مضمون الحکم میں ایک ہی مرتبہ تھوڑا سا چھپ کر رہ گیا تھا اس لئے اعلیٰحضرت کے ارشاد عالی کی تعمیل اور مضمون کی تکمیل کی خاطر اسے پورا درج کرنے کے ارادہ سے ہم ذیل میں چھاپتے ہیں یہ مضمون ہمارے ناظرین کی بے حد دلچسپی کا موجب ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایڈیٹر

حضور اقدس امام ہمام علیہ السلام یا اس ناچیز کی ابتدائی عمر ہی سے تشریف قسم کے لوگوں سے ملاقات رہی ہے۔ گو چھوٹی عمر تھی لیکن جب ملاقات ہوتی ابتدا تو ایک دلی جوش سے ہوا کرتی تھی اور اس ناچیز کو بڑی محبت اوس سے رہا کرتی لیکن جب کبھی کسی قسم کی کوئی منافقانہ حرکت ایسے ملاقاتی سے مشاہدہ میں آئی تو میرا دل رنج و غم سے بھر جاتا اور نفرت ہو جاتی۔ میری صحبت اور ملاقات زیادہ تر اور خصوصیت کے ساتھ علماء اور صلحاء سے رہتی اور بجائے خود بزرگ تقوےٰ اور طہارت کو کسی فی الجملہ پسند کرتا تھا۔ چنانچہ میری ابتدائی عمر کی ایک کیفیت یہ ہے کہ ایک بزرگ غالبًا وہ خراسانی تھے بنگلور کے قریب ایک مقام میں جسکو لال گرہ کہتے ہیں۔ سکونت رکھتے تھے اور اون کا نام دودو میاں تھا چونکہ خراسانی گھوڑوں کے سوداگر وہاں قیام کرتے تھے اور سرکاری گھوڑوں کی خریداری بھی وہاں ہی ہوا کرتی تھی۔ اس لئے اون کا قیام اوسی جگہ رہتا تھا اور کبھی کبھی بنگلور بھی آجایا کرتے تھے۔ ایک تو جوان خوش رو اور دوسرے تقویٰ اور پرہیزگاری میں بھی کامل تھے اور اوسوقت اون کا سن بھی کوئی پچاس کے قریب ہوگا مگر قرأت بہت ہی اچھی پڑھتے تھے اور بڑے ہی خوش الحان تھے۔ جب کبھی اون کا آنا بنگلور میں ہوتا تھا تو جامع مسجد میں آکر فروکش ہوا کرتے تھے اور اس ناچیز کے وقت کا ایک حصہ اوسی مسجد میں گذرتا تھا ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی دودو میاں صاحب نے نماز عشاء پڑھوائی اور یہ گویا اونکی قرأت اور خوش الحانی پر مطلع ہونیکا پہلا اتفاق ہوا جوں جوں نماز پڑھتا تھا ساتھ ساتھ طبیعت کو اون کی طرف میلان ہوتا گیا۔ اور پھر تو میرے وقت کا کچھ حصہ اون کی صحبت میں بھی گذرتا رہا چونکہ وہ بزرگ نہائت درجہ کے متقی۔ پارسا، تہجد گذار اور منکسرالمزاج تھے اور اون کے پیچھے نماز پڑھنے میں ایک لذت بھی محسوس ہوتی تھی بایں سبب اون پر میرا حسن ظن بڑھتا گیا اور اکثر وہ ہمارے ہاں بھی مہمان رہتے۔ جب تک اون کا قیام ہوتا۔ چونکہ اس ناچیز کے والدین خدا اون کو مغفرت کرے۔ اس بات کو نہائت عزیز رکھتے تھے تو میرے لئے یہ بات بہت آسان ہو جاتی تھی کہ جب کبھی کوئی عالم یا کوئی اور اعلیٰ درجہ کے آدمی وہاں آجاتے تو ہرگز ہمارے مہمان ہوئے بغیر رخصت نہوتے تھے اور یہ اوس زمانہ کا ذکر ہے کہ اس ناچیز کو کاروبار دنیا سے کچھ معلوم نتھا مسجد اور مدرسہ اور کبھی کبھی اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیل تماشہ سیر کرنے میں بھی وقت گذرتا تھا غرض جیسا کہ والدین کی عادت ہوا کرتی تھی بڑے دونوں لیتے مشہور تہوار دن میں لڑکوں کو کچھ دیدیا کرتے ہیں جیسا کہ عیدین وغیرہ کو اور ایسا ہی بعض دوسرے موقعوں پہ اور ہمارے ہاں عمومًا یہ بھی عادت ہے کہ دوسرے رشتہ دار بھی ایسے موقعوں پر کچھ نہ کچھ نقدی بطور رعیدی دیدیا کرتے ہیں تو اس ناچیز کے پاس ایسی تقریبوں کے جمع کئے ہوئے کوئی دس[10] بارہ[12] روپیہ تھے اور اوس کو بڑی احتیاط سے اپنے پاس رکھتا تھا یعنے کسی کو اسکی خبر نہ تھی۔ میں خاص اپنے صندوق میں رکھا کرتا تھا۔ غرض ایکوقت مولویصاحب مذکور حسب عادت تشریف لائے اور میں اون کو کھانا کھانے کے واسطے مکان پر لے گیا۔ چونکہ وہ کوئی وقت کھانے کا نہ تھا تاہم میری والدہ نے جھٹ پٹ تھوڑی روٹی اور سالن طیار کر لیا اور بہت جلد مولویصاحب کے روبرو پیش کر دیا معلوم ہوتا ہے اوس وقت اون کو اشتہا بھی زیادہ تھی۔ یعنی کھانا کھانے کے بعد دعا خیر معمول سے زیادہ اون سے صادر ہوئی۔ اور اونکی حالت ظاہری سے کچھ ایسا بھی محسوس ہوتا تھا کہ اون کو کچھ اور بھی احتیاج ہے اور میں نے وہ مبلغ جو اوس عمر تک جمع کیا ہوا تھا۔ تمام و کمال مولویصاحب کی نذر کر دیا اور شائد آج تک اوس کی کسی کو خبر نہیں ہے۔ اور مجھے یہ واقعہ اب تک اچھی طرح سے یاد ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب بہت ہی محبت اور شفقت فرماتے رہے۔ اور چونکہ ایک صوفی منش بھی تھے۔ کچھ کچھ ذکر اور اوراد مجھے سکھلانے لگے اور میں بھی اون کی ہدائت بموجب کرتا رہا۔ چنانچہ اون کی لکھوائی ہوئی ادعیہ میں سے ایک ابھی تک میرا دستور العمل ہے لیکن بعد اوس کے بہت جلد میری شادی ہوئی۔ میری عمر کا شائد چودھواں سال ہوگا۔ جو میری یہ تقریب ہوئی اور میری حالت اوس وقت تک یہ تھی کہ میں اوس کی غرض وغیرہ سے بالکل ناآشنا تھا۔ یعنے کچھ بھی خبر نہ تھی کہ شادی سے غرض کیا ہوتی ہے۔ غرض بعد شادی کے بھی مجھے زیادہ انس مسجد اور اچھے لوگوں کی صحبت سے رہی۔ اگرچہ ایک حد تک دوکانداری بعد شادی کے ضروری امر ہوگیا مگر میں اس کے واسطے کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا میری بیوی اسوقت کبھی میرے پاس رہتی تھی کبھی میکے میں گذارتی تھی اکثر عادت ایسی تھی کہ ایک ہفتہ یہاں اور ایک ہفتہ وہاں انکا گذرتا تھا۔ مگر میری یہ حالت رہتی تھی کہ جب وہ میکے میں ہوتی تھیں تو میں بڑا خوش رہتا تھا چونکہ کمرہ خالی ہوتا اور میں مصلے ہی پر صبح کرتا تھا اس لئے مجھے اس تنہائی میں ایک خاص لطف معلوم ہوتا تھا۔ میرے سسرال کو چند روز کیلئے سفر در پیش آیا اور اونہوں نے میری بی بی کو ساتھ لے جانا چاہا اور میرے والدین سے اس امر کی درخواست کی اور اون کو یہ بات ناپسند تھی۔ مگر میری یہ خواہش تھی کہ اگر یہ اجازت دیدیں تو مجھے ایک عرصہ تک تنہائی میسر رہے گی۔ غرض ایسا ہی ہوا اور مجھے تنہائی میسر ہوگئی اور میں اس تنہائی میں اپنے شغل میں لگا رہتا تھا۔ اور کچھ کچھ باطنی صفائی بھی مجھے محسوس ہوتی تھی۔ اور اچھے اچھے خواب بھی آتے تھے۔ دیوان حافظ وغیرہ ایسی کتابوں کے ساتھ مجھے خاص رغبت رہتی تھی اور میں وہ دن بڑی خوشی اور ذوق کے ساتھ گذارتا تھا۔ غرض جیساکہ میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ یعنے دو تین سال میرے اسی طرح گذرے اور اس کے بعد میرے چھوٹے بھائی ذکریا مرحوم کی شادی کی ٹھہری اور میرے والد اس سے بہت محبت کیا کرتے تھے اور اوس کو بہت ہی چاہتے تھے کیونکہ جیسے وہ کمال درجہ کے شکیل تھے ویسے ہی ذکی الطبع بھی تھے پس اون کی شادی اسوقت کے رسم و رواج کے موافق بڑی دھوم دھام سے ہوئی جب اس شادی سے فراغت پا چکے تو اونہوں حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا۔ (باقی آئندہ)

تلافی مافات

یہ نمبر پھر ۲۰ صفحہ پر شائع ہوتا ہے تاکہ گذشتہ کمی کو پورا کیا جاوے۔ (ایڈیٹر)

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

(مرقومہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام)

گذشتہ اشاعت سے آگے

یعنی قہری نشان تو صرف تخویف کے لئے دکہائے جاتے ہیں پس ایسے قہری نشانوں کے طلب کرنے سے کیا فائدہ جو پہلی امتوں نے دیکہہ کر اونہیں جھٹلا دیا اور اون کے دیکھنے سے کچھہ بھی خائف و ہراسان نہ ہوئے

اس جگہ واضح ہو کہ نشان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) نشان تخویف و تعذیب جن کو قہری نشان بھی کہہ سکتے ہیں (۲) نشان تبشیر و تسکین جنکو نشان رحمت کر بھی موسوم کر سکتے ہیں۔ تخویف کے نشان سخت کافروں اور کج دلوں اور نافرمانوں اور بے ایمانوں اور فرعونی طبیعت والوں کے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ تا وہ ڈریں اور خدا تعالےٰ کی قہری اور جلالی ہیبت اُن کے دلوں پر طاری ہو اور تبشیر کے نشان اون حق کے طالبوں اور مخلص مومنوں اور سچائی کے متلاشیوں کے لئے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو دل کی غربت اور فروتنی سے کامل یقین اور زیادت ایمان کے طلبگار اور تبشیر کے نشانوں سے ڈرانا اور دھمکانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اپنے اون مطیع بندوں کو مطمئن کرنا اور ایمانی اور یقینی حالات میں ترقی دینا اور اون کے مضطرب سینہ پر دست شفقت و تسلی رکھنا مقصود ہوتا ہے سو مومن قرآن شریف کے وسیلہ سے ہمیشہ تبشیر کے نشان پاتا رہتا ہے اور ایمان اور یقین میں ترقی کرتا جاتا ہے تبشیر کے نشانوں سے مومن کو تسلی ملتی ہے۔ اور وہ اضطراب جو فطرتاً انسان میں ہے جاتا رہتا ہے اور سکینت دل پر نازل ہوتی ہے۔ مومن برکت اتباع کتاب اللہ اپنی عمر کے آخری دن تک تبشیر کے نشانوں کو پاتا رہتا ہے اور تسکین اور آرام بخشنے والے نشان اوس پر نازل ہوتے رہتے ہیں تا وہ یقین اور معرفت میں بے نہایت ترقیات کرتا جائے اور حق الیقین تک پہنچ جائے اور تبشیر کے نشانوں میں ایک لطف یہ ہوتا ہے کہ جیسے مومن اُن کے نزول سے یقین اور معرفت اور قوت ایمان میں ترقی کرتا ہے ایسا ہی وہ بوجہ مشاہدہ آلاء و نعماء الٰہی و احسانات ظاہرہ و باطنہ و جلیہ و خفیہ حضرت باری عز اسمہٗ جو تبشیر کے نشانوں میں بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ محبت و عشق میں بھی دن بدن بڑھتا جاتا ہے سو حقیقت میں عظیم الشان اور قوی الاثر اور مبارک اور موصل الی المقصود تبشیر کے نشان ہی ہوتے ہیں جو سالک کو معرفت کاملہ اور محبت ذاتیہ کی اُس مقام تک پہنچا دیتے ہیں جو اولیاء اللہ کے لئے منتہی المقامات ہے اور قرآن شریف میں تبشیر کے نشانوں کا بہت کچھہ ذکر ہے۔ یہاں تک کہ اُس نے اون نشانوں کو محدود نہیں رکہا بلکہ ایک دائمی وعدہ دیدیا ہے کہ قرآن شریف کے سچے متبع ہمیشہ اون نشانوں کو پاتے رہیں گے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے لہم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ لا تبدیل لکلمٰت اللہ ذٰلک ہو الفوز العظیم۔ یعنی ایماندار لوگ دنیوی زندگی اور آخرت میں بھی تبشیر کے نشان پاتے رہیں گے جن کے ذریعے سے وہ دُنیا اور آخرت میں معرفت اور محبت کے میدانوں میں ناپیداکنار ترقیاں کرتے جائیں گے یہ خدا کی باتیں ہیں جو کبھی نہیں ٹلینگی اور تبشیر کے نشانوں کو پالینا یہی فوز عظیم ہے (یعنی یہی ایک امر ہے جو محبت اور معرفت کے منتہی مقام تک پہنچا دیتا ہے) +

اب جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اُس آیت میں جو معترض نے بصورت اعتراض پیش کی ہے صرف تخویف کے نشانوں کا ذکر کیا ہے جیسا کہ آیت وما نرسل بالاٰیٰت الا تخویفاً سے ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کے کل نشانوں کو قہری نشانوں میں ہی محصور سمجہکر اس آیت کے یہ معنے کئے جائیں کہ ہم تمام نشانوں کو محض تخویف کی غرض سے ہی بھیجا کرتے ہیں اور کوئی دوسری غرض نہیں ہوتی تو یہ معنے بہ بداہت باطل ہیں جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ نشان دو غرضوں سے بھیجے جاتے ہیں یا تخویف کی غرض سے یا تبشیر کی غرض سے انہیں دو قسموں کو قرآن شریف اور بائیبل بھی جا بجا ظاہر کر رہی ہے۔ پس جبکہ نشان دو قسم کے ہوئے تو آیت ممدوحہ بالا میں جو لفظ الاٰیات ہے (جس کے معنے وہ نشانات) بہرحال اسی تاویل پر بصحت منطبق ہوگا کہ نشانوں سے قہری نشان مراد ہیں۔ کیونکہ اگر یہ معنے نہ لئے جائیں تو پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام نشانات جو تحتِ قدرت الٰہی داخل ہیں تخویف کے قسم میں ہی محصور ہیں حالانکہ فقط تخویف کی قسم میں ہی سارے نشانوں کا حصر سمجہنا سراسر خلاف واقعہ ہے کہ جو نہ کتاب اللہ کی رو سے اور نہ عقل کی رو سے اور نہ کسی پاک دل کے کانشنس کی رو سے درست ہو سکتا ہے +

اب چونکہ اس بات کا صاف فیصلہ ہو گیا کہ نشانوں کے دو قسموں میں سے صرف تخویف کے نشانوں کا آیات موصوفہ بالا میں ذکر ہے تو یہ دوسرا امر تنقیح طلب باقی رہا کہ کیا اس آیت کے رو سے ما منعنا لکھہ ہے (یہ معنے سمجھنے چاہئیں کہ تخویف کا کوئی نشان خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر نہیں کیا یا یہ سمجھنے چاہئیں کہ تخویف کے نشانوں میں سے وہ نشان ظاہر نہیں کئے گئے جو پہلی امتوں کو دکہلائے گئے تھے۔ اور یا یہ تیسرے معنے قابل اعتبار ہیں کہ دونو قسم کے تخویف کے نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے رہے بجز اون خاص قسم کے بعض نشانوں کے جنکو پہلی امتوں نے دیکہہ کر جہٹلا دیا تھا اور اون کو معجزہ نہیں سمجہا تھا +

سو واضح ہو کہ آیات متنازعہ فیہا پر نظر ڈالنے سے بتمام تر صفائی کھل جاتا ہے کہ پہلے اور دوسرے معنے کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنے کرنا کہ تمام انواع و اقسام کے وہ تخویفی نشان جو ہم بھیج سکتے ہیں اور تمام وہ ڈرانے والے اور تعذیبی نشان جن کے بھیجنے پر غیر محدود طور پر ہم قادر ہیں اس لئے ہم نے نہیں بھیجے کہ پہلی امتیں اوس کی تکذیب کر چکے ہیں + یہ معنے سراسر باطل ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ پہلی امتوں نے انہیں نشانوں کی تکذیب کی جو انہوں نے دیکھے تہے۔ وجہ یہ کہ تکذیب کے لئے یہ ضرور ہے کہ جس چیز کی تکذیب کیجائے اوّل اوس کا مشاہدہ بھی ہو جائے۔ جس نشان کو ابھی دیکہا ہی نہیں اُسکی تکذیب کیسی۔ حالانکہ نادیدہ نشانوں میں سے ایسے اعلیٰ درجہ کے نشان بھی تحت قدرت باری تعالیٰ ہیں جن کی کوئی انسان تکذیب نہ کر سکے اور سب گردنیں اون کی طرف جہک جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ ہر ایک رنگ کا نشان دکہلانے پر قادر ہے اور پھر چونکہ نشانہائے قدرت باری غیر محدود اور غیر متناہی ہیں تو پھر یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ محدود زمانہ میں وہ سب دیکھے بھی گئے اور اون کی تکذیب بھی ہو گئی وقت محدود میں تو وہی چیز دیکھی جائے گی جو محدود ہو گی بہرحال اس آیت کے یہی معنے صحیح ہونگے کہ جو بعض نشانات پہلے کفار دیکہہ چکے تھے اور اون کی تکذیب کر چکے تھے ان کا دوبارہ بھیجنا عیب سمجہا گیا جیسا کہ قرینہ بھی انہیں معنوں پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اسوقت پر جو ناقہ ثمود کا خدا تعالیٰ نے ذکر کیا وہ ذکر ایک بھاری قرینہ اس بات پر ہے کہ اسجگہ گذشتہ اور رد کردہ نشانات کا ذکر ہے جو تخویف کے نشانوں میں سے تھے اور یہی تیسرے معنے ہیں جو صحیح اور درست ہیں +

پھر اسجگہ ایک اور بات منصفین کے سوچنے کے لائق ہے۔ جس سے اونپر ظاہر ہوگا کہ آیت وما منعنا ان نرسل بالاٰیات الخ سے ثبوت معجزات ہی پایا جاتا ہے نہ نفی معجزات کیونکہ الاٰیات کے لفظ پر جو الف لام واقعہ ہے وہ بموجب قواعد نحو کے

دو صورتوں سے خالی نہیں یا کل کے معنے دیگا یا خاص کے اگر کل کے معنے دیگا تو یہہ معنے کئے جائیں گے کہ ہمیں کل معجزات کے بھیجنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا مگر اگلوں کا اُن کو جھٹلانا اور اگر خاص کے معنے دیگا تو یہ معنے ہونگے کہ ہمیں ان خاص نشانوں کے بھیجنے سے (جنہیں منکر طلب کرتے ہیں) کوئی امر مانع نہیں ہوا۔ مگر یہ کہ ان نشانوں کو اگلوں نے جھٹلایا بہرحال ان دونو صورتوں میں نشانوں کا آنا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ معنے ہوں کہ ہمنے ساری نشانیاں بوجہ تکذیب امم گذشتہ نہیں بھیجیں تو اس سے بعض نشانوں کا بھیجنا ثابت ہوتا ہے۔ جیسے مثلاً اگر کوئی کہے کہ میں نے اپنا سارا مال زید کو نہیں دیا تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اُس نے کچھ حصہ اپنے مال کا زید کو ضرور دیا ہے اور اگر یہہ معنے لیں کہ بعض خاص نشان ہم نے نہیں بھیجے تو بھی بعض دیگر کا بھیجنا ثابت ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ بعض خاص چیزیں میں نے زید کو نہیں دیں تو اس سے صاف پایا جائیگا کہ بعض دیگر ضرور دی ہیں۔ بہرحال جو شخص اول اس آیت کے سیاق و سباق کی آیتوں کو دیکھے کہ کیسی وہ دونوں طرف سے عذاب کے نشانوں کا قصہ [illegible] اور پھر ایک دوسری نظر اوس شہادت [illegible] کہ کیا یہ معنے صحیح اور قرین قیاس ہیں کہ خدا تعالیٰ کے تمام نشانوں اور عجائب کاموں کی جو اوس کی بے انتہا قدرت سے وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہتے اور غیر محدود ہیں پہلے لوگ اپنے محدود زمانہ میں تکذیب کر چکے ہوں اور پھر ایک تیسری نظر [illegible] سے تمام لیکر سوچے کہ کیا اسجگہ تخویف کے نشانوں کا ایک خاص بیان ہے یا تبشیر اور رحمت کے نشانوں کا بھی کچھہ ذکر ہے اور پھر ذرا [illegible] الا آیات کے آل پر بھی ڈال دیوے کہ وہ کس معنوں کا افادہ کر رہا ہے تو اسپر جلی طور کی نشان [illegible] اس کے کہ کوئی تعصب کے باعث حق پسندی سے بہت دور جا پڑا ہو۔ ہر ایک شخص اپنے اندر سے نہ ایک شہادت بلکہ ہزاروں شہادتیں پائے گا کہ اس جگہ نفی کا حرف صرف نشانوں کے ایک قسم خاص کی نفی کے لئے آیا ہے جسکا دوسرے اقسام پر کچھہ اثر نہیں بلکہ اُس سے اونکا متحقق الوجود ہونا ثابت ہو رہا ہے اور ان آیات میں نہایت صفائی سے اللہ جلشانہ بتلا رہا ہے۔ کہ اسوقت تخویفی نشان جن کی یہ لوگ درخواست کرتے ہیں حضرت [illegible] سے نہیں بھیجے گئے کہ پہلی امتیں اون کی تکذیب کر چکی ہیں سو جو نشان پہلے رد کئے گئے اب بار بار انہیں کو نازل کرنا کمزوری کی نشانی ہے اور غیر محدود قدرتوں والے کی شان سے بعید۔ پس ان آیات میں یہ صاف اشارہ ہے کہ عذاب کے نشان ضرور نازل ہونگے مگر اور رنگوں میں یہ کیا ضرورت ہے کہ وہی نشان حضرت موسیٰؑ کے یا وہی نشان حضرت نوحؑ اور قوم لوطؑ اور عادؑ اور ثمودؑ کے ظاہر کئے جائیں۔ چنانچہ ان آیات کی تفصیل دوسری آیات میں زیادہ تر کیگئی ہے جیساکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ وان یروا کل ایۃ لا یؤمنوا بہا حتیٰ اذا جاؤک یجادلونک واذا جاءتہم ایۃ قالوا لن نؤمن حتیٰ نؤتیٰ مثل ما اوتی رسل اللہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ۔ قل انی علیٰ بینۃ من ربی وکذبتم بہ ما عندی ما تستعجلون بہ ان الحکم الا للہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین قد جاءکم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیہا وما انا علیکم بحفیظ ۔ ویستعجلونک بالعذاب ۔ قل ھو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض ۔ وقل الحمد للہ سیریکم ایاتہ فتعرفونہا قل لکم میعاد یوم لا تستاخرون عنہ ساعۃ ولا تستقدمون ویستنبئونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق وما انتم بمعجزین ۔ سنریہم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتیٰ یتبین لہم انہ الحق خلق الانسان من عجل ساریکم ایاتی فلا تستعجلون ۔ یعنی یہ لوگ تمام نشانوں کو دیکھکر ایمان نہیں لاتے۔ یہانتک کہ جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھہ سے لڑتے ہیں اور جب کوئی نشان پاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم کبھی نہیں مانینگے جب تک ہمیں خود ہی وہ باتیں حاصل نہوں جو رسولوں کو ملتے ہیں۔ کہہ میں کامل ثبوت لیکر اپنے رب کی طرف سے آیا ہوں اور تم اس ثبوت کو دیکھتے ہو اور پھر تکذیب کر رہے ہو جس چیز کو تم جلدی سے مانگتے ہو (یعنی عذاب) وہ تو میرے اختیار میں نہیں حکم ایسا صادر کرنا تو خدا ہی کا منصب ہے وہی حق کو کھولدیگا اور وہی خیر الفاصلین ہے جو ایک دن میرا اور تمہارا فیصلہ کر دیگا۔ خدا نے میری رسالت پر روشن نشان تمہیں دئے ہیں سو جو اُن کو شناخت کرے اُس نے اپنے ہی نفس کو فائدہ پہنچایا اور جو اندھا ہو جائے اُس کا وبال بھی اُسی پر ہے میں تو تم پر نگہبان نہیں۔ اور تجھہ سے عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ کہہ وہی پروردگار اس بات پر قادر ہے کہ اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب تم پر بھیجے اور چاہے تو تمہیں دو فریق بنا کر ایک فریق کی لڑائی کا دوسرے کو مزہ چکھاوے اور کہہ سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں۔ وہ تمہیں ایسے نشان دکھائیگا جنہیں تم شناخت کرو گے اور کہہ تمہارے لئے ٹھیک ایک برس کی میعاد ہے ✱ نہ اس سے تم تاخیر کر سکوگے نہ تقدیم۔ اور تجھہ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ بات۔ کہہ ہاں مجھے قسم ہے اپنے رب کی کہ یہ سچ ہے اور تم خدا تعالیٰ کو اس کے وعدوں سے روک نہیں سکتے۔ ہم عنقریب اُن کو اپنے نشان دکھلائینگے ان کے ملک کے ہر گرد میں اور خود اُن میں بھی یہاں تک کہ اون پر کھل جائیگا کہ یہ نبیؐ سچا ہے انسان کی فطرت میں جلدی ہے میں عنقریب تمہیں اپنے نشان دکھلاؤنگا سو تم مجھہ سے جلدی تو مت کرو۔

اب دیکھو کہ ان آیات میں نشانات مطلوبہ کے دکھلانے کے بارے میں کیسے صاف اور پختہ وعدے دئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا کہ ایسے کھلے کھلے نشان دکھلائے جائیں گے کہ تم اون کو شناخت کرلوگے اور اگر کوئی کہے کہ یہ تو ہم نے مانا کہ عذاب کے نشانوں کے بارے میں جابجا قرآن شریف میں وعدے دئے گئے ہیں کہ وہ ضرور کسی دن دکھلائے جائیں گے اور یہ بھی ہم نے تسلیم کیا کہ وہ سب وعدے اُس زمانہ میں پورے بھی ہوگئے کہ جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنی خداوندی قدرت دکھلا کر مسلمانوں کی کمزوری اور ناتوانی کو دور کر دیا اور معدودے چند سے ہزارہا تک دن کی نوبت پہنچا دی اور اون کے ذریعہ سے اُن تمام کفار کو تہ تیغ کیا جو مکہ میں اپنی سرکشی اور جور و جفا کے زمانہ میں نہایت تکبر سے عذاب کا نشان مانگا کرتے تھے لیکن اس بات کا ثبوت قرآن شریف سے کہاں ملتا ہے کہ بجز اون نشانوں کے اور بھی نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے تھے سو واضح ہو کہ نشانوں کے دکھلانے کا ذکر قرآن شریف میں جابجا آیا ہے۔ بعض جگہ اپنے پہلے نشانوں کا حوالہ بھی دیا ہے۔ دیکھو آیت کما لم یؤمنوا بہ اول مرۃ الجزو نمبر ۸ سورۂ انعام بعض جگہ کفار کی ناانصافی کا ذکر کر کے اون کا اس طور کا اقرار درج کیا ہے کہ وہ نشانوں کو دیکھکر کہتے ہیں کہ وہ جادو ہے۔ دیکھو آیت وان یروا ایۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر الجزو نمبر ۲۷ سورۃ القمر۔ بعض جگہ جو نشانوں کے دیکھنے کا صاف اقرار منکرین نے کر دیا ہے۔ وہ شہادتیں اون کی پیش کی ہیں جیساکہ فرماتا ہے وشہدوا ان الرسول حق وجاءہم البینات۔ یعنی انہوں نے رسول کے حق ہونے پر گواہی دی اور کھلے کھلے نشان اونکو پہنچ گئے (باقی آئندہ)

✱ یوم سے مراد اس جگہ برس ہے چنانچہ بائبل میں بھی یہ محاورہ پایا جاتا ہے سو پورے برس کے بعد بدر کی لڑائی کا عذاب مکہ والوں پر نازل ہوا جو پہلی لڑائی تھی ✦

بزم احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

۲۶-جولائی سنہ ۱۹۰۳ء

مسیح موعود کے زمانہ میں درازی عمر کا راز

احادیث میں جو آیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں عمریں لمبی ہو جائیں گی۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ موت کا دروازہ بالکل بند ہو جاویگا اور کوئی شخص نہیں مریگا بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خادم دین و نصرت دین میں اس کے مخلص احباب ہونگے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہونگے ان کی عمریں دراز کردی جائیں گی اس واسطے کہ وہ لوگ نفع رساں وجود ہونگے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ یہ امر قانون قدرت کی موافق ہے کہ عمریں دراز کردیجائیں گی اس زمانہ کو جو دراز کیا ہے یہ بھی اوس کی رحمت ہے اور اسمیں کوئی خاص مصلحت ہے ✦

اس پر حضرت حکیم الامت نے عرض کیا۔ کہ مسلمانوں نے سب سے پہلا مجدد عمر بن عبدالعزیز کو تسلیم کیا ہے وہ کل دو برس تک زندہ رہے ہیں)۔ (اس پر حضرت حجۃ اللہ نے پھر اپنے سلسلہ کلام میں فرمایا کہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اوس نے آجتک ہم کو محفوظ رکھا ہے اور جماعت کو ترقی دے رہا ہے اور اس کے ازدیاد ایمان اور معرفت کے لئے حجج و براہین ظاہر کر رہا ہے یہانتک کہ کوئی پہلو تاریکی میں نہیں رہنے دیا ✦

ہمارے سلسلہ کیلئے منہاج نبوت ایک زبردست آئینہ ہے جاہل اسپر اگر اپنی کم سمجھی سے اعتراض کرے تو منہاج نبوت اس کے منہ پر طمانچہ مارتا ہے ✦ جو بات ہونہار ہوتی ہے اس کے نشانات اور آثار خود بخود نظر آنے لگتے ہیں جو کام اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے اسکی تکمیل کی ہوائیں چل رہی ہیں اور دو طرح سے وہ ہو رہا ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمکو توفیق دے رہا ہے کہ ہماری طرف سے متواتر کوشش جاری ہے اور اشاعت اور تبلیغ کی راہیں کھلتی جاتی ہیں۔ تائیدات الٰہیہ شامل حال ہوتی جاتی ہیں دوسری طرف خود ہمارے مخالفوں کی کوششیں ناکام ہو رہی ہیں اور انہیں میں ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو اپنے مذہب کو چھوڑتے جاتے ہیں اور اسکی برائیاں بیان کر رہے ہیں۔ گویا وہ اپنے مذہب و ملت کی عمارت کو یخربون بیوتھم بایدیھم کے مصداق ہو کر خود ہی مسمار کر رہے ہیں ✦

فرمایا

اللہ تعالیٰ جب تک اپنا چہرہ نہ دکھلاوے ہرگز نہیں چھوڑے گا۔ کیونکہ یقین کی ترقی کا سچا ذریعہ یہی ہے ✦

لہا سبعۃ ابواب

فرمایا چند روز سے جو مستورات میں وعظ کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک روز یہ ذکر آگیا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں اور بہشت کے آٹھ اس کا کیا بھید ہے تو ایکدفعہ ہی میرے دل میں ڈالا گیا کہ اصول جرائم بھی سات ہی ہیں اور نیکیوں کے اصول بھی سات ہیں بہشت کا جو آٹھواں دروازہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کا دروازہ ہے۔

دوزخ کے سات دروازوں کے جو اصول جرائم سات ہیں ان میں سے ایک بدظنی ہے۔ بدظنی کے ذریعہ بھی انسان ہلاک ہوتا ہے اور تمام باطل پرست بدظنی سے گمراہ ہوئے ہیں۔ دوسرا اصول۔ تکبر ہے تکبر کرنیوالا اہل حق سے الگ رہتا ہے اور اسے سعادتمندوں کی طرح اقرار کی توفیق نہیں ملتی۔

تیسرا اصول۔ جہالت ہے یہ بھی ہلاک کرتی ہے۔ چوتھا اصول ابتلا ہوا ہے پانچواں کورانہ تقلید ہے غرض اسی طرح یہ جرائم کے سات اصول ہیں اور یہ سب کے سب قرآن شریف کے مستنبط ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان دروازوں کا علم مجھے دیا ہے جو گناہ کوئی بتائے وہ اُن کے نیچے آجاتا ہے کورانہ تقلید اور اتباع ہوا کے ذیل میں بہت سے گناہ آتے ہیں ✦

اسی طرح ایک دن میں نے بیان کیا کہ دوزخیوں کے لئے بیان کیا گیا ہے کہ اون کو زقوم کھانیکو ملے گا اور بہشتیوں کو اُس کے بالمقابل دودھ اور شہد کی نہریں اور قسم قسم کے پھل بیان کئے گئے ہیں اس کا سِر کیا ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں بالمقابل بیان ہوئی ہیں بہشت کی نعمتوں کا ذکر ایک جگہ کرکے یہ بھی فرمایا ہے کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا قالوا ھٰذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا تو اسمیں رزقنا من قبل سے یہ مراد نہیں کہ دنیا کے آم خربوزے اور دوسرے پھل اور دُنیا کا دودھ اور شہد ان کو یاد آجائیگا نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ مومن جو اخلاص اور محبت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس ذوق شوق سے جو لذت اون کو محسوس ہوتی ہے تو بہشت کی نعمتوں اور لذتوں کے حاصل ہونے پر وہ لذت اون کو یاد آجائے گی کہ اس قسم کی لذت بخش نعمتیں ہمارے رب سے پہلے بھی ملتی رہے ہیں۔ چونکہ بہشتی زندگی اسی عالم سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے ان نعمتوں کا ملنا بھی یہیں سے شروع ہو جاتا ہے ورنہ بہشت کی نعمتوں کے بارہ میں تو آیا ہے کہ نہ اون کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا تو ان دنیوی پھلوں سے ان کا رشتہ کیا ہوا؟ ایمان اور اعمال کی مثال قرآن شریف میں درختوں سے دی گئی ہے ایمان کو درخت بتایا ہے اور اعمال اس کی آبپاشی کیلئے بطور نہروں کے ہیں۔ جب تک اعمال سے ایمان کے پودہ کی آبپاشی نہ ہو اوسوقت تک وہ شیریں پھل حاصل نہیں ہوتے بہشتی زندگی والا انسان خدا کی یاد سے ہر وقت لذت پاتا ہے اور جو بدبخت دوزخی زندگی والا ہے تو وہ ہر وقت اس دنیا زقوم کی صورت پر متشکل ہو جائیگی۔ غرض دونوں سورتوں میں باہم رشتہ قائم ہیں ✦

نجات صرف فضل سے ہے آریوں کی غلطی

اور دعا

(۲۹-جولائی ظہر سے پہلے)

برادرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب پروفیسر میڈیکل کالج لاہور سلسلہ آج لاہور کو جاناتھا انہوں نے لاہور آریہ سماج کے اس اشتہار کا ذکر کیا جو انہوں نے مسئلہ نجات پر مباحثہ کے لئے شائع کیا ہے۔ اسپر حضرت حجۃ اللہ نے مختصراً نجات کے متعلق یہ تقریر بیان فرمائی اس کا ماحصل یہ ہے۔ (ایڈیٹر)

فرمایا

نجات کے متعلق جو عقیدہ قرآن شریف سے مستنبط ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نجات نہ تو صوم سے ہے نہ صلوٰۃ سے نہ زکوٰۃ اور صدقات سے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے جس کو دعا حاصل کرتی ہے اسی لئے اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سب سے اوّل تعلیم فرمائی ہے۔ کیونکہ جب یہ دعا قبول ہو جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے جس سے اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے کیونکہ جب انسان کی دعا جو سچے دل اور خلوص نیت سے ہو۔ قبول ہوتی ہے تو پھر نیکی اور اُس کے شرائط ساتھ

خود ہی مرتب ہو جاتے ہیں +

اگر نجات کو محض اعمال پر منحصر کیا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور دعا کو محض بے حقیقت سمجھا جاوے جیساکہ آریہ سماج کا عقیدہ ہے تو یہ ایک باریک شرک ہے کیونکہ اس کا مفہوم دوسرے لفظوں میں یہ ہوگا کہ انسان خود بخود نجات پا سکتا ہے۔ اور اعمال اس کے اپنے اختیار میں ہیں۔ جنکو وہ خود بخود بجالاتا ہے تو اس صورت میں نجات کی کلید انسان ہی کے اپنے ہاتھ میں ہوئی اور خدا سے نجات کا کچھ تعلق اور واسطہ نہ ہوا۔ گویا وہ خود۔۔۔ کوئی چیز نہ ہوا اور اوس کا عدم وجود برابر ٹھیرا (معاذ اللہ)

مگر نہیں ہمارا یہ مذہب نہیں ہے ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ نجات اوس کے فضل سے ملتی ہے اور اوسی کا فضل ہے جو اعمال صالح کی توفیق دیجاتی ہے + اور خدا تعالیٰ کا فضل دعا سے حاصل ہوتا ہے لیکن وہ دعا جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے وہ بھی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی۔ انسان کا ذاتی اختیار نہیں کہ وہ دعا، کے تمام لوازمات اور شرائط محویت۔ توکل تبتل سوز و گداز وغیرہ کو خود بخود مہیا کرلے۔ جب اس قسم کی دعا کی توفیق کسی کو ملتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی جاذب ہو کر ان تمام شرائط اور لوازم کو حاصل کرتی ہے جو اعمال صالحہ کی روح ہیں ہمارا نجات کے متعلق یہی مذہب ہے۔

چونکہ نجات کوئی مصنوعی اور بناوٹی بات نہیں کہ صرف زبان سے کہدینا اس کے لیئے کافی ہو کہ نجات ہوگئی اس لئے اسلام نے نجات کا معیار یہہ رکھا ہے کہ اس کے آثار اور علامات اسی دنیا میں شروع ہو جائیں اور بہشتی زندگی حاصل ہو۔ لیکن یہہ صرف اسلام ہی کو حاصل ہے باقی دوسرے مذاہب نے جو کچھہ نجات کے متعلق بیان کیا ہے وہ یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مبطل ہے بلکہ فطرت انسانی کے خلاف اور عقلی طور پر بھی ایک بیہودہ امر ثابت ہوتا ہے۔ وہ نجات ایسی ہے کہ جسکا کوئی اثر اور نمونہ اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کی مثال اس پھوڑے کی سی ہے جو باہر سے چمکتا ہے اور اس کے اندر پیپ ہے نجات یافتہ انسان کی حالت ایسی ہونی چاہیئے کہ اس کی تبدیلی نمایاں طور پر نظر آوے اور دوسرے تسلیم کرلیں کہ واقعی اوس نے نجات پالی ہے اور خدا نے اوس کو قبول کرلیا ہے لیکن کیا کوئی عیسائی جو خون مسیح کو نجات کا اکیلا ذریعہ سمجھتا ہے کہ سکتا ہے کہ اسنے نجات پالی ہے اور نجات کے آثار و علامات اسمیں پائے جاتے ہیں۔ مسیح کے صلیب ملنے تک تو شائد ان کی حالت کسی قدر اچھی ہو مگر بعد تو ہر دوسرا دن پہلے سے بدتر ہوتا گیا یہاں تک کہ اب تو فسق و فجور کے سیلاب کا بند ٹوٹ گیا۔ کیا یہ نجات کے آثار ہیں؟

آریوں کو بھی فضل سے کوئی تعلق نہیں وہ تو دست خود دہاں خود کے مصداق ہیں اور اون کے پرمیشر نے تو ابھی کچھہ بھی نہیں کسی کو نجات کامل ملی ہی نہیں سکتی۔ اور وہ تمام نجاست کے کیڑے علاوہ ان کیڑوں مکوڑوں کے جو موجود ہیں سب انسان ہیں جنکو نجات حاصل نہیں ہوئی۔ تو بتاؤ کہ وہ اور کسی کو کیا نجات دیگا۔

جب اسقدر کثیر اور بے شمار تعداد ابھی باقی ہے آریوں کی دعا بھی ترمیم کے قابل ہے۔ کیونکہ ان کی مکتی سے مراد جاودانی مکتی نہیں ہوتی بلکہ ایک محدود وقت تک انسان جونوں سے نجات پاتا ہے اور چونکہ روحیں محدود ہیں اور نئی روح پرمیشر پیدا نہیں کرسکتا۔ مجبوراً ان نجات یافتہ کو نکال دیتا ہے۔ پس جب اون کے پرمیشر جاودانی مکتی ہی نہیں دیتی تو دعا بھی ترمیم کرکے یوں مانگنی چاہیئے کہ اے پرمیشر تو جو دائمی مکتی دینے کے قابل نہیں ہے تو ایک خاص وقت تک مجھے نجات دے اور پھر دھکا دیکر اسی دار المحن دنیا میں بھیجدے اور فطرت بھی بدل ڈال کہ اسمیں جاودانی نجات کا تقاضا ہی نہ رہے مجھے تعجب ہے کہ یہہ لوگ اتنا ہی نہیں سمجھتے کہ انسانی فطرت کا تقاضا جاودانی نجات کا ہے نہ عارضی کا اور عارضی نجات والا جسکو یقین ہو کہ وہ پھر انہیں تلخیوں میں بھیجا جاوے گا کب خوشی حاصل کرسکتا ہے۔ ایسے پرمیشر پر انسان کیا بھروسہ اور امید رکھہ سکتا ہے بقول شخصے۔

باخویشتن چہ کردی کہ باہ کنی نظیری
حقا کہ واجب آمد از تو احتراز کردن

مراسلات

ایڈیٹر ضمیمہ شحنۂ ہند اور اوس کے نامہ نگاروں کی افترا پردازی کا نمونہ

عرصہ ہوا کہ مسمی شتاب خان معمار اور مولا بخش حجام ساکنان اٹاوہ محلہ شاہ گدا علی نے بامر اہتمام یہہ خواہش ظاہر کی کہ ہم خط کے ذریعہ حضرت اقدس مرزا صاحب قادیانی سے بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہمارے بیعت کے خطوط حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں قادیان بھیجدیجئے چنانچہ میں نے اون کے کہنے پر حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کیلئے خطوط لکھے اور قادیاں سے منظوری بیعت کی جب اطلاع آگئی تو ان کو اطلاع بھی دیدی گئی اور ان لوگوں کے نام اخبار الحکم و البدر میں زمرہ مبائعین شائع ہوگئے۔ یہ بات بعض حق پوش مخالفوں کو سخت ناگوار گذری اونہوں نے شرارت و وسوسہ اندازی کے کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا نتیجہ یہ ہوا کہ شتاب خاں معمار حضرت اقدس کی طرف سے بدظن ہوگیا اور کلو حجام کو چونکہ اہل حدیث سے مالی فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے وہ اون کے دباؤ میں آکر ظاہرا بیعت سے انکار کرگیا مگر ایک خواب کی بنا پر دل سے حضرت اقدس کا معتقد بنا رہا اور اب بھی ہے۔ چنانچہ اگر اوس سے لڑکے کی باہنہ پکڑوا کر حلف لیا جاوے۔ تو غالباً وہ اس امر سے انکار نہیں کرسکتا کیونکہ اس واقعہ کے کئی معتبر آدمی گواہ ہیں۔ مولا بخش حجام بدستور حضرت اقدس کا معتقد اور مرید ہے بعض چالاک مخالفوں نے اس موقعہ سے اور بھی فائدہ اوٹھانا چاہا اور آخر اونہوں نے مشورہ کرکے نامبردہ کی طرف سے ضمیمہ شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۶- جون ۱۹۰۳ء میں وہ مضمون چھپوایا کہ ہم نے کبھی مرزا صاحب کی بیعت ہی نہیں کی ہمارے نام فہرست مبائعین مندرجہ اخبار الحکم و البدر میں جعلی و فرضی طور پر شائع ہوئے ہیں۔ جب یہ ضمیمہ شحنۂ ہند میری نظر سے گذرا تو میں نے ان تینوں شخصوں کو بلاکر اون کے بیانات چند معزز حضرات اہل محلہ کے روبرو قلمبند کرائے اور ان بیانات پر معزز حاضرین کی شہادتیں ثبت کرالیں جو جو اس مضمون کے ساتھ مرسل خدمت عالی ہیں ان بیانات کے دیکھنے سے ناظرین پر ظاہر ہو جائیگا کہ الحکم و البدر میں جو فہرست مبائعین شائع ہوا کرتی ہے وہ سہو و کتابت کی غلطیوں کو نظر انداز کرکے کسقدر صحیح و درست ہے اس کے بعد ہی ایڈیٹر شحنۂ ہند اور اوس کے نامہ نگاروں کی تمام کارروائیاں کیسی فرضی اور مصنوعی اور محض شہرت اور دنیا طلبی پر مبنی ہیں۔

راقم صادق حسین مختار عدالت
و ایڈیٹر و پروپرائیٹر اخبار اظہار الحق
۲۰- جون ۱۹۰۳ء

بیان مولابخش حجام سکنہ اٹاوہ محلہ شاہ گدا علی

میں نے خود مولوی صادق حسین صاحب مختار سے کہکر اپنی مریدی کا خط بھجوایا تھا جو مرزا صاحب کے پاس قادیان خط بھجوایا تھا۔ اور میں اس وقت تک مرزا صاحب کا مرید ہوں ضمیمہ شحنہ ہند مطبوعہ ۱۶ جون ۱۹۰۳ء میں میرے نام سے جو کچھ کسی شخص نے چھپوایا ہے وہ بالکل جھوٹ ہے۔

۱۹ جون ۱۹۰۳ء

بقلم سید اشفاق حسین ولد سید مشتاق علی منصف مرحوم اٹاوہ

گواہ شد ۔ گواہ شد

بقلم مبارک حسین طالب علم اٹاوہ ۔ محمد اسمعیل پہلوان

بیان کلو حجام سکنہ اٹاوہ محلہ شاہ گدا علی

میں نے اپنی خوشی سے مولوی صادق حسین صاحب مختار سے کہکر خط بھجوایا تھا یعنی مولوی صاحب مذکور سے لکھواکر مرزا صاحب کے پاس قادیان بھجوایا تھا۔ اب میں مرید نہیں ہوں ضمیمہ شحنہ ہند مورخہ ۱۶ جون ۱۹۰۳ء میں جو یہ چھپا ہے کہ میں نے بیعت مرزا صاحب سے نہیں کی یہ بالکل جھوٹ ہے اور نہ میں نے کوئی خط ایڈیٹر شحنہ ہند کے پاس بھجوایا ہے۔

مورخہ ۱۹ جون ۱۹۰۳ء

بقلم سید اشفاق حسین ولد سید مشتاق علی منصف مرحوم ۔ سکنہ اٹاوہ ۔

گواہ شد گواہ شد

بقلم مبارک حسین طالب علم اٹاوہ ۔ محمد اسمعیل پہلوان

عیسویت کا ابطال اسکے اپنے ہاتھوں

(دیباچہ الشمس مسیح پیکچر)

گذشتہ اشاعت سے آگے

...اس امر کے ثبوت کے لئے کہ مذہبی دلائل کے وقت نیا عہدنامہ کس طرح نظرانداز کیا جاتا ہے اور دینی تعلیمات کے وقت کیسے بالائے طاق رکھا جاتا ہے میں یہ بات پیش کرتا ہوں کہ آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ کلیسیا صدہا سال سے اپنی تعلیمات میں یسوع کے بھائیوں کے وجود سے منکر چلا آتا ہے۔ اگرچہ عہدنامہ جدید میں ان کا بار بار ذکر آتا ہے اور کلیسیا کا انکار صرف اس لئے ہے کہ مریم کو کنواری ثابت کیا جاوے۔

میں اسی سلسلہ میں ایک اور چھوٹی سی بات بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انجیل لوکا میں دو مقام اصلی یونانی زبان سے ذرا بدل کر ترجمہ کئے گئے ہیں اور یہ بات کسی انجیل خوان پر مخفی نہیں ۔ اصلی کتاب میں یسوع کے ماں اور باپ دونوں کی طرف اشارہ ہے مگر اب اسکو یوں بدل دیا گیا ہے "یوسف اور اوس کی ماں" یا کسی ایسے ہی قسم کا فقرہ ہے جس سے کہ مطلب خبط ہو جاوے اور اصلی مفہوم سمجھ میں نہ آسکے دیکھو کیونکہ لفظ اوسکی کا ضمیر یوسف کی طرف بھی پھر سکتا ہے حالانکہ مطلب یہ ہے کہ یوسف یعنی مسیح کا باپ اور اوس کی یعنی مسیح کی ماں مریم (اس کی کا ضمیر مسیح کے متعلق ہے مترجم)

اور دیکھئے انجیل لوکا میں ایک کہانی ہے کہ یسوع یروشلیم کو گیا۔ گھر کو واپس آتا ہوا راستے میں آدمیوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا۔ فیکاری ماں باپ سے وحشت کے بو کھلا گئی اور اسقدر رشوش ہو فکر ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اب ذرا خیال فرمایئے کہ اگر اونکو معلوم ہوتا کہ یسوع خدا ہے تو کیا اوس کو یہ وحشت ہوتی گھر کو (ناصرت) واپس آتے ہوئے یہ ہوتا کہ گم ہونے کا ذرا بھی اندیشہ ہوتا؟ دیکھیں اور ہرگز نہیں اب آپکو ان بے ساختہ اور بے خبری سے لکھی ہوئی شہادتوں کی طرف زور سے توجہ دلاتا ہوں دیکھئے پولوس کے اصلی الفاظ کیسے صاف ہیں ۔ وہ کہتا ہے کہ "خدا صرف ایک ہے اور انسان اور خدا کے درمیان ایک ہی شفیع انسان ہے اور وہ شفیع یسوع مسیح ہے" اور یہی نئے عہدنامے کی تعلیم کا لب لباب ہے۔

اس امر کے ثبوت کے لئے اگر آپ صرف میرے ہی الفاظ پر اکتفا نہ کریں تو میں ایک بڑے مشہور کلیسیائی مورخ میںڈر (Meander) صاحب کا جو ملک جرمنی کے مشہور فاضل ہیں اور جو تعلیم انجیل کی اشاعت میں بالخصوص متعصب مانے گئے ہیں ۔ قول پیش کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ "تثلیث کی تعلیم کو عیسائی مذہب کی اصلیت سے کچھ بھی تعلق نہیں ۔ اور اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ یہ تعلیم عہدنامہ جدید کے کسی خاص حصہ میں بالوضاحت مندرج نہیں"

اب میں پہلی تین صدیوں کے کلیسیا کے ان بزرگوں کی فہرست پیش کرتا ہوں جنہوں نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے اور صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ پہلی تین صدیوں کے ابتدائی کلیسیا کے بزرگ ۔ ممبر اور پادری بالعموم یسوع کی الوہیت کے قائل نہیں تھے انمیں سے بہت مشہور یہ ہیں (Clement) کلیمنٹ پالیکارپ (Polycarp) آیرے نیس (Iranaeus) ٹرٹولین (Tertullian) آریجن (Origen) اور لیک ٹینٹس (Lactantius) پھر دیکھئے کہ یروشلم کے سب سے پہلے اور پرانے گرجہ کے پیرو جن کا رہنما یسوع کا بھائی جیمس تھا اہل یہود کے تباہی تک اپنے اصلی مذہب یعنی توحید کے قائل رہے اور یہ مانتے رہے کہ یسوع انہیں معنوں میں خدا کا بیٹا ہے جن معنوں میں کہ ہم ہیں اور ہو سکتے ہیں یعنے یہ کہ یسوع خدا کا ....

....

.... ایک رسول تھا اور باپ کی مرضی پوری کرنے کے لئے آیا تھا۔

جسٹس مارٹر اور بھی وضاحت اور صفائی سے لکھتا ہے کہ "خداوند یسوع کا بھی ایک خدا ہے وہ اوس کا باپ اور خدا ہے اور اسی نے اوس کو پیدا کیا ہے" یہ شخص دوسری صدی مسیحی میں ہوا ہے۔

آگسٹین نے جو پانچویں صدی عیسائی میں ہوا ہے ۔ صاف اقرار کیا ہے اور کہا ہے "کہ جب تک میں نے افلاطون کے فلسفیانہ مقالات کے لاطینی زبان کے ترجمہ میں خدا کی نسبت ولیفیا ہی تعلیم نہیں دیکھی تھی میں بالکل تاریکی میں پڑا ہوا تھا"

پہلی تین صدیوں میں رفتہ رفتہ افلاطونی فلسفہ اور بت پرستی کے خیالات کلیسیا کے مذہب پر غالب اور مستولی ہوتے گئے ۔ اور گریگوری نزی ان زن (Gregory Nazianzen) کا قول ہے کہ جب ایتھینیس (Athanasius) نے پہلے پہل مذہب کے (جو بعد از ان تعصب سے بدل گیا) حمایت کے لئے اوٹھا تو معدودے چند آدمیوں نے اس کا ساتھ دیا ہو تو معلوم نہیں ورنہ وہ اکیلا ہی تھا اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ آریہ لوگ کلیسیا سے جبراً نکالے گئے تھے اور روم (رومی سلطنت کا دارالخلافہ) کے شہزادہ نے ایک مجلس قائم کی اور اس کے ذریعہ وہ مذہب قائم کیا جو آئندہ صدیوں میں مروج ہوا ۔ اور یہی اس مجلس کا بڑا مقصد تھا۔

یسوع کے خدا ہونے کے متعلق عہدنامہ جدید

ہیں بھی کوئی آیت نہیں اور کلیسیا کی تاریخ بھی کوئی ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہے۔

میرا تو یہ ایمان ہے کہ یسوع ناصرت میں یوسف کے تخم سے اور مریم کے پیٹ سے سن عیسوی سے چار برس پہلے پیدا ہوا اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی **اس بات کے یقین کرنے سے انکار نہیں کریں گے** +

کیونکہ مدلل امور پر یقین رکھنا قابلیت پر دال ہے اور اہل علم کی ایک بےغرضانہ خصلت ہے یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا کہ کس مہینہ اور کس تاریخ کو مسیح عالم شہود میں جلوہ گر ہوا اور اس شعر کا مصداق ہوا۔

چون رست از چاہ ظلمت ہمچو یوسف شاہد عینا
ز چرخ طارم اعلیٰ برآمد بانگ یا بشریٰ

اور نہ میرے پاس اتنا وقت ہے کہ میں ۲۵۔ دسمبر کے مقرر ہونیکی وجہ دریافت کروں یا آپ کو ثابت کرکے دکھاؤں کہ یہ تاریخ کیوں اور کسطرح مقرر ہو گئی لیکن اتنی بات ضرور یاد رکھیں کہ یہ تاریخ بڑے بحث و مباحثہ کے بعد مقرر ہوئی اور کلیسیا نے تو چوتھی صدی کے کچھ حصہ تک بھی عام طور پر اس تاریخ کو صحیح تسلیم نہیں کیا۔

نیز یہ امر بھی یاد دلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ یسوع کی الوہیت تاریخ عالم میں اسوقت ثبت ہوئی جبکہ ایسی باتیں عام تھیں اور ایک زمانہ تو ہم پرستی میں مبتلا تھا۔ روم دار الخلافہ کے شہزادے مرنے کے بعد فی الفور دیوتا بنا دئے جاتے تھے اور رومی سلطنت میں اگسٹس کے مقبرے عام طور سے معبد بنے ہوئے تھے۔ ایسی حالت اور اس زمانہ میں یہ بات بالکل ممکن الوقوع اور ضروری اور قرین قیاس تھی کہ اصلی یسوع ہم سے چھینا جاتا اور ایک فرضی اور خیالی تصویر اس کی جگہ لیتی۔ کیونکہ اسوقت قوت متخیلہ کی بلند پروازی کی انتہا ایک انسان کو خدا بنانے تک ہی تھی۔۔

میرا ایمان ہے کہ یسوع انسان تھا اور میں انسان کو مظہر الوہیت مانتا ہوں۔ اور میں اس بات کا بھی قائل ہوں کہ انسان میں خدا کے بعض صفات کی تجلی اور پرتو ہوتا ہے۔ مگر میں ہرگز اس بات کی تسلیم کرنے کے لئے طیار نہیں کہ انسان اور خدا کے درمیان کوئی مابہ الامتیاز نہیں اور نہ ہی یہ مان سکتا ہوں کہ **انسان** اور خدا کے درمیان ایک ایسی فارق جھیل ہے جسکا **پل** قانون قدرت کے خلاف یا واہمی معجزات سے بنا ہو +

اب میں حسب وعدہ اس مضمون کے علمی پہلو پر بحث کرتا ہوں + آپ غور کریں کہ اس بات سے تو آپ لوگ بخوبی آگاہ ہیں کہ مسیح کی الوہیت کی تعلیم ایک ایسے مذہبی عقیدہ کا حصہ ہے جسمیں یہ خیال کیا گیا ہے کہ دُنیا اور تاریخ عالم اور خدا کی محبت ہبوط آدم سے شروع ہوئی ہے۔ اور اس کا خاتمہ اکثر بنی آدم کے دائمی تباہی اور **مصیبت** پر ہے۔ اور یہ مسئلہ (الوہیت مسیح کا) اس لئے تجویز کیا گیا ہے کہ تا انسان کو اس ہبوط کے نتایج بد سے نجات دیجاوے۔ مگر سوال ہوتا ہے کہ ہماری اب کیا حالت ہے؟

ہمیں گذشتہ زمانہ کے کیفیت پر اپنی حالت کا اندازہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ اس خطرناک خوف (یعنی ہبوط آدم) سے پریشان خاطر ہونے کی حاجت ہے۔ کیونکہ وہ جہالت اور وحشت کا زمانہ تھا ہبوط آدم کا سوال کوئی مذہبی اصول کی تعلیم کا سوال نہیں اس لئے ہم اوس کو بلا وجہ مان لینے کے لئے بھی مکلف نہیں۔ کیا معلوم کہ ہبوط آدم ہوا یا نہیں ؟ ؟

پھر اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ خدا دُنیا میں **خلاف قانون قدرت** آوے اور **انسان** کو ایسی حالت سے چھڑاوے جس کا کچھ وجود ہی نہ ہو۔ بلکہ صرف توہمات کا نتیجہ ہو

آجکل یہ امر مسلمات سے ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی۔ اور یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عیسائی مذہب کے واعظ۔ تقدس مآب [illegible] اور ہر ایک قسم کے کلیسیا جو ابتک الوہیت یسوع اور ہبوط آدم وغیرہ خیالات کے قائل ہیں۔ بالعموم یہ تو مانتے ہیں کہ انسان کبھی فنا نہیں ہوتا اور بہت سے لوگ دائمی دوزخ (یعنی جہنم) کے (اور ایسے لوگوں کا ایک معتد بہ حصہ تو بالخصوص اس بات کا قائل ہے) گویا ہم ایسے خیالات کے پابند ہیں جو موجودہ علمی اور روشنی کے زمانہ میں قابل مضحکہ اور انسان کو ذلیل کرنے والے ہیں +

اب میں ایک اور امر پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں بڑی بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں اور آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ مناسب احتیاط سے اس پر غور فرماویں کہ کنواری سے بچہ ہونیکا اصول عورت ذات کے لئے بڑا قابل شرم امر ہے اور پدرانہ **غیرت کیلئے** ڈوب مرنے کی جگہ ہے۔ اور تصور الوہیت کیلئے ایک داغ ذلت ہے +

عورت کے لئے ہم کفو۔ ہم جنس اور ہم قوم خاوند ہونا ایک ضروری اور دُنیا بھر کا مسلمہ اصول ہے + اور جہانتک فہم رسا کام دیتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصول معاملات زندگی کے نشیب و فراز سمجھانے کے لئے از بس ضروری ہے اور اس سے معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت احدیت کی ہستی کی اصلیت کیا ہے۔ اور یہ کہ وہ پاک۔ **لم یلد ولم یولد** ہے اور دُنیا کی ہر ایک شے صانع حقیقی کی بےقدرت کا نشان اور پتہ بتلاتی ہے۔ یہ امر کہ ہم جنس مرد و عورت کے رشتہ میں ضرور ضرور کوئی ناپاک شے ہے ایک مشرقی اصول کی فرع ہے جو ایک وسوسہ یعنی فروغ اور حرص پر مبنی ہے اور ان لوگوں کا ایجاد کردہ ہے۔ جو شہوت پرست اور بد نظری کے عادی ہوتے ہیں +

ہم تو حیران ہیں کہ یہ جو فطرت انسان اور خدا پر ایک مشرقی داغ کلنک تھا مغرب پر کیوں چھا گیا اور کس طرح غالب آگیا ؟ ؟ ؟ ؟

ہم صحیح دل و دماغ رکھنے والے تنومند مرد و عورت۔ جنکا ایمان ہے کہ موجودہ مخلوقات پیدا کرنے کے وقت خدا علیم تھا۔ کیا کبھی مان سکتے ہیں کہ خلاق عالم نے انسان کو ایسے گندا عیب دار اور داغ دار بنایا ہے ؟ ؟ ؟

یہ دو سوال قابل غور ہیں اول یہ کہ کیا بچے ماں اور باپ کی خالص اور سچی اور پاکیزہ محبت سے نہیں پیدا ہوتے ہیں ؟ (دوم) کیا کسی بچہ کو بغیر باپ کے پیدا ہو کر یہ کلنک دور کرنے کے لئے آنا چاہئے ؟ ؟ لاریب دوسرا سوال پہلے سوال سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر جائے غور ہے کہ کیا اس عالم اسباب میں کوئی بات اس سے زیادہ شریفانہ اور اصلی ہو سکتی ہے کہ والدہ پہلے پہل سچی محبت اور دلی پیار سے اپنے ننھے بچے کو خدا کا عطیہ سمجھ کر چھاتی سے لگاتی ہے۔ ایک لمحہ کے لئے اندازہ کریں کہ بیچاری نے قریب المرگ ہو کر اور اپنی جان پر کھیل کر اس ننھی سی جان کو حاصل کیا ہے اس لئے کہ آئندہ اس کے کام آوے۔ دنیا میں لاکھوں ہی ماں باپ ہیں جو خوب جانتے ہیں۔ کہ اون کو بچوں سے اور بچوں کو اون سے سچی اور خالص محبت ہوتی ہے +

اس معاملہ میں منتوں (وہ عورتیں جو رہبانیت . . . کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ نن راہبہ کو کہتے ہیں۔ مترجم) اور منکوں (راہبوں) سے جو تاریکی میں پڑے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہمکو یا خدا کو کچھ سیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بات جاننے کے لئے کہ کونسا امر دنیا میں سچی خوشی اور اصلی پاکیزگی کا موجب ہے اور دنیاوی کامیابی کس طرح ہوتی ہے۔ ہمیں خدا کے خلاف قانون قدرت پیدائش کی ضرورت نہیں۔

خدا تو کسی کو بھی پیدا نہیں ہوا اور وہ ازلی ہستی ہے مگر کیا آپ نے کبھی خیال کیا کہ اگر ہم ثابت بھی کر سکیں کہ یسوع بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو۔

تو اس سے یہ امر کسیطرح بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ کہ وہ خدا بھی تھا۔ اس سے تو صرف ایک تعجب خیز اور حیرت انگیز بات ظاہر ہوگی وبس۔

میں ایک اور بات کہنی چاہتا ہوں کہ خدا اپنی قدرت کاملہ سے انسان میں کس حد تک حلول کر سکتا ہے ؟ کیا وہ خواص الاشیاء میں اس سے کچھ زیادہ بھی تبدیلی پیدا کرتا ہے کہ انسان میں ہو کر اسکو کامل انسان بنا دیتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر وہ انسانی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو انسان نہیں رہتا۔ خدا ایک پتھر پر اسی قدر پرتو تجلی ڈالتا ہے۔ جس سے کہ وہ کامل مکمل پتھر بن جاوے مگر خدا پتھر نہیں بنجاتا یا پتھر خدا نہیں ہو جاتا۔ (جیساکہ سورج سے بھی حسب استعداد ہی اشیاء عالم منور ہوتی ہیں۔ مترجم) خدا ایک پھول میں اسیقدر جلوہ آرا ہوگا جسقدر کہ اوس کے کمال کے لئے ضروری ہے اور جس کی خوبصورتی دیکھکر انسان بے اختیار کہہ اوٹھے کہ سہ

جلوۂ حسن بتاں کی ہے نمائش ایسی
یارب اس باغ کا ہوگا چمن آرا کیسا؟

نہ اسقدر کہ پھول خدا بنجاوے۔ اور اس کو پھول نہ رہنے دے۔ خدا نے انسان میں بھی اسی قدر ظہور فرمایا جسقدر کہ اوس کو انسان کامل بنانے کے لئے ضروری تھا۔ یہ نہیں کیا کہ اوسکو احاطۂ انسانیت سے خارج کرکے خدا بنا دیا۔

یسوع کی الوہیت کی تعلیم بنی نوع انسان کی پاکیزگی کو ہی داغ نہیں لگاتی بلکہ فطرت انسان کے متعلق کل خیالات کو پست اور محدود کر دیتی ہے۔

کیا ہم مان لیں کہ جب کسی اولوالعزم مصلح کا ظہور ہوتا ہے۔ تو وہ انسان نہیں ہوتا ہے ؟ ہے ؟۔ پھر اہل یورپ کے اس ضلالت میں پھنسنے اور ایسی بیدلیل بات تسلیم کرنے کی کیا وجہ ہے ؟ یہی تو ہے کہ (زیادہ ہے) وہ صدہا سال سے یہی تعلیم پاتے چلے آئے ہیں کہ انسان یا فطرت انسانی کسی اعلیٰ اور عمدہ جوہر قابلیت کے لائق نہیں اور یہ امر منقوش خاطر ہوگیا ہے کہ انسانی فطرت نہایت ادنیٰ درجہ کی صفات سے متصف ہے

میں علیٰ وجہ البصیرت اس بات کا قائل ہوں کہ یسوع ایک انسان تھا۔ اور چونکہ میرے خیالات خود انسان اور فطرت انسان کے متعلق بہت اعلیٰ و ارفع شریفانہ اور پاکیزہ ہیں۔ اس لئے میں نہایت ہی تعظیم سے اس عجیب ہستی اور عظیم الشان مصلح کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں +

اگر آپ ایک لمحہ کے لئے بھی حقیقت انسان کیطرف خیال کریں اور سوچیں کہ انسان کیسا کمزور۔ بے خبر اور بے پرو بال ہے تو آپ کی قوت متخیلہ انسانی زندگی کی حالتوں کی نسبت غور و خوض کرتے ہوئے آپ کو ایک جنگل کے کنارے لیجائے گی۔ مگر جب آپ اس ناچیز ہستی کے کارناموں پر نگاہ ڈالیں گے تو اس کی عظمت فضیلت اور بزرگی کا آپ کو قائل ہونا پڑے گا اور جسکو بعض اوقات حقارت سے محض انسان کہا جاتا ہے۔ اس کی ممکن الوقوع ترقی آپ کو حیرت میں ڈالدیگی +

انسان اور محض انسان تمام اعلیٰ درجہ کے خیالات اور الہامات کا کل حقیقتوں سے آگاہی کا اور سب دریافتوں اور ہر ایک طرح کی ایجادوں اور تمام تعجب خیز کاموں کا اہل ہے جنہوں نے دنیا کو بدل دیا ہے اور بہشت کو ایک بیش بہا اور مفادہ جگہ بنا دیا ہے باقی رہا یسوع کی ابنیت کا سوال یہ بات کہ انسان خدا کا بیٹا ہے۔ ضرور حیرت انگیز ہوتی۔ اگر عہد نامہ جدید اوسکو یوں صاف نہ کرلیتا کہ ”ہم اب خدا کے بیٹے ہیں وہ ظاہر ہوگا الخ“

اب تو یہ عجیب نسل ہر جگہ موجود ہے۔ یسوع بھی اسکا ایک پھل ہے۔ یسوع ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کہاں تک بلند پروازی کر سکتا ہے اور انسانی فطرت کس حد تک پاکیزہ ہو سکتی ہے اور ہماری روحانی ترقی کا معراج کیا ہے۔ یسوع کو ہم اپنا رہنما مانتے ہیں۔ اوس کو محبت کرتے ہیں اور اُس کی تعظیم ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہم اسکو اپنا مذہبی معلم سمجھتے ہیں اور اس کی پیروی انسانی احیطۂ قدرت کی آواز سمجھتے ہیں۔ غور کیجئے کہ اگر یسوع کو خدا کہا جاوے اور اس سے ہماری مراد انسان سے بالاتر اور اس سے غیر مشابہ کوئی چیز ہو۔ تو وہ کسی پہلو میں بھی ہمارے لئے کوئی عمدہ مثال اور قابل تقلید نمونہ نہیں ہو سکتا۔ بھلا میں اس بات سے کیا فائدہ اوٹھا سکتا ہوں کہ ”خدا غصہ کے وقت جوش میں نہ آیا“ (کیونکہ خدا سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر ہم ایک عاجز ہستی ہیں)

مجھے تعجب آتا ہے کہ آپ نے عہد نامہ جدید کے اس حصہ پر کبھی کیوں غور نہیں کیا۔ جہاں لکھا ہے کہ ”یسوع ہم سب کی طرح تمام باتوں میں آزمایا گیا۔ مگر خدا کی نسبت ایک جگہ بالوضاحت لکھا ہے کہ ”خدا آزمایا نہیں جاتا“ لیکن تعجب ہے کہ خدا یسوع آزمایا گیا۔ بھلا پھر اس آزمائش کے کیا معنے ہوئے

اگر یسوع خدا تھا تو پھر اوس کی آزمائش کا ذکر محض ایک لغو تمسخر ہوگا۔ کسی فرد بشر کی یہ آزمائش نہیں ہو سکتی۔ کہ اوس کو کسی ایسے کام کے لئے مجبور کیا جاوے۔ جس کو وہ کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کے دل میں رغبت بھی نہیں۔ آزمائش سے پیشتر انسان میں ضرور ایسی قوت ہونی چاہئے۔ جو اس شئے کی خواہش کرے۔ جس سے کہ وہ روکا جاوے

مجھے تو اس بات میں بھی اعتراض ہے کہ جب تک کسی انسان میں محرک گناہ قوتیں موجود ہوں اوس کو قبل از آزمائش کامل انسان کہدیا جاوے۔

ہمارے لئے یہ تعلیم ہرگز مفید نہیں ہو سکتی کہ ”خدا نے بڑے غصہ سے ایک گروہ کا مقابلہ کیا اور ہمت نہ ہاری“ یہ تو بالکل بچوں کی سی باتیں ہیں ہمیں اس امر سے کیا تعلق ہے کہ خدا دنیا میں انسانی جامہ پہنکر آیا اور مغلوب ہوا (یعنی لعنتی موت مؤا) اگر یسوع خدا تھا تو یہ تمام نظارہ یروشلم کے باہر بالکل فرضی۔ خیالی اور بیہودہ ہے خیال تو کیجئے کہ خدا ”گتسمنی .... باغ کے باغ میں کھڑا کانپ رہا ہے اور چیخیں مار رہا ہے۔ اور صلیب پر لٹکنے سے ڈرتا اور جھجکتا ہے۔ حالانکہ اوس کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ انہونی بات اور اٹل پیالہ ہے اور وہ خود اس لئے دنیا میں آیا ہے۔ (باقی آئندہ)

تصحیح

معزز ناظرین کچھ میری غفلت سے کچھ جلدی کے باعث پچھلے مضمون کی کاپی دیکھی نہیں گئی جس کے باعث بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں جیسی کہ اصلی مفہوم سمجھ میں نہیں آ سکتا اس لئے فہرست اغلاط شامل مضمون کرتا ہوں اپنی اپنی جگہ تصحیح فرما دیں + (عاجز عبد الحکیم)

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۵	۲	۲۸	خیال تنگ کرنے کی برداشت نہیں کرتے	خیال تنگ کرنیکی تکلیف برداشت نہیں کرتے +
۵	۳	۳	خدا کی نسبت اور اُس کے	خدا کی نسبت رکھتے ہیں اور اُس کے
"	"	۸	ایک ہی قسم کی مخلوق۔ جو بلا باپ	ایک ہی قسم کی مخلوق ہیں مگر اس ایک ہی مسئلہ سے یہ ماننا پڑیگا کہ
"	"	"		ایک دوسری قسم کی انوکھی مخلوق بھی ہے جو بلا باپ +
"	"	۲۶	اُن کو غلط مذہب کے نام سے	اُن کو غلطی سے مذہب کے نام سے
"	"	۳۹	کیا کہتا ہے	کیا لکھتا ہے
"	"	۴۴	مظالم	مظالم
۶	۱	۵	پانچویں سطر کے لفظ اول کے بعد یہ عبارت چاہئے کہ پولوس نے کنواری سے بچہ پیدا ہونیکی کہانی کا کہیں ذکر تک نہیں کیا +	
۶	۱	۱۰	مروج ہوگئے بعد یہ عبارت ہے	”اور پولوس نے نہ لکھی ہو +
"	"	۱۷	یسوع کی سکھانے والی	یسوع کی تعلیم سکھانیوالی +
"	"	۲۳	کو اب اس ملک میں	کو اس ملک میں +
"	"	۴۴	چونکہ بڑے اور مصر	چونکہ بڑے اور اُن کے مصر
"	۲	۳۰	اس کے بچہ	اس کو بچہ
"	"	۳۸	بچہ ہونیکے بعد	بچہ پیدا ہونے کے بعد
"	"	۴۴ و ۴۵	فرینشل کا صاحب	فرینشل صاحب کا
"	۳	۲۶	انہیں کا ایک دہ آگے سائنس کی تاریخ	یہ عبارت زائد ہے
۱۱	"	۲۵	بے خبری سے پہلے لکہا ہے	بے خبری سے لکہا ہے۔۔

صفحہ ۶ حاشیہ کی سطر بقایا کالم یسوع خدا کے بھیس میں تھا + اور نہ یہ جانا کہ یسوع خدا کے بھیس میں تھا +

نوٹ۔ یہ اس کی غلطیاں ہیں جو ۱۰ اگست کے صفحہ ۵ و ۶ پر مضمون ہے

مختصر نوٹ اور نکات

زندگی ایک قوت ہے جس سے جسم مستعد ہو کر حرکات اختیاری اور ارادے سے چیزیں ادراک کرتا ہے +

جب کہ ہم تمام بنی آدم کے اتفاق سے اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے تو اب ہم پر لازم ہے کہ ایسے مذہب کی تلاش کریں کہ خدا کی پاکیزگی کا عکس ہمارے آئینہ دل میں چمکے کہ ہم اس زندگی میں اور آئندہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کر سکیں +

وہ مذہب جو انسان کے دل کو پاکیزگی اور طہارت کی قوت عطا کرے جس سے انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے اظہار کا ذریعہ بنے کیا اس قسم کا ہو سکتا ہے جو ایک عاجز انسان کو خدا بنا کر عظمت الٰہی کا پہلے ہی نام نشان مٹا دے؟۔ کیا وہ مذہب وہ ہو سکتا ہے جو پاکیزگی اور طہارت کی قوت پیدا کرنے کی بجائے انسان کو یہ تعلیم دے کہ سارے گناہ ایک عاجز انسان اوٹھا کر لے گیا اور وہ کفارہ ہو گیا اب جو چاہو سو کرو؟ کبھی نہیں ایسا مذہب نہ پاکیزگی پیدا کر سکتا ہے اور نہ خدا کی عظمت کا اظہار۔ پھر عیسائی مذہب کی حقیقت اس معیار پر ظلمت اور ابہام ہے +

فلاسفر ارسطو نے تعلیم کے اثر کو مجسم مورتوں کے بنانے کی تشبیہ میں نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ موہنی مورت ایک پتھر کے ڈھوکے میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ مگر آذر صرف اس کو نمود کر دیتا ہے جو نسبت کہ سنگ تراش کو پتھر کے ڈھوکے سے ہے وہی نسبت تعلیم کو انسانی روح سے ہے۔ بڑے بڑے حکیم اور عالم ایک گنوار آدمی کی سی صورت میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں مگر عمدہ تعلیم کے ذریعہ سے ان کے دل و دماغ کا کھدراپن نکل جاتا ہے اور انمیں خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں جاہل اور وحشی قوموں میں نیکیاں ہیں مگر ناشائستہ ان میں دلیری اور جرأت ہے۔ مگر خوفناک انمیں استقلال ہے مگر بے ڈھنگا۔ ان میں عقلمندی ہے مگر جانوروں کی طرح مکر و فریب سے ملی ہوئی +

حکیم ارسطو کی مندرجہ بالا تشریح جو اس نے تعلیم اور تربیت کے اثر اور نتیجہ کے متعلق کی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنیوالے معلم کی قدر اور ضرورت ثابت کرتی ہے۔ مگر تعجب ہے کہ اس پر بھی نادان کہتے ہیں ہمیں ضرورت نہیں۔

جج کے لئے چار باتیں ضروری ہیں۔ شرافت سے سُننا دانشمندی سے جواب دینا۔ متانت سے پوچھنا اور بے تعصبی سے فیصلہ کرنا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کتنے جج ہیں جو اس اربعہ عناصر سے صحیح نتیجہ پر پہنچتے ہیں؟

اپنے آپ کو فتح کرنا سب سے اعلیٰ یہی فیروز مندی ہے +

احمق کہانے اور پینے کیلئے جیتے ہیں اور عقلمند زندگی کے لئے کھاتے اور پیتے ہیں مگر عارف اور خداشناس اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے حصول طاقت کی خاطر کھاتے اور پیتے ہیں +

سچے دیانتدار جو دنیا میں کہیں کہیں نظر آتے ہیں اُن کی تعریف یہی ہے کہ جب وہ کسی ایسے حق کو ادا کرتے ہیں اُن کو کسی طرح کا جبر اپنے نفس پر کرنا پڑتا ہے بلکہ ہر ایک نیک کام کو گونہ اطمینان کے ساتھ کہ ایک خیر ان سے عمل میں آ رہی ہے کرتے ہیں اور اس اثناء میں اگر کوئی چیز انکے مانع ہوتی ہے اور اس اطمینان سے اُن کو محروم کرنا چاہتی ہے تو فی الحقیقت ان کا دل بے چین ہو جاتا ہے +

بمبئی گارڈن میں چند عجیب وغریب سوال وجواب طبع ہوئے ہیں۔ جنکو ہم اپنے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔ شکرگذاری کیا ہے؟ دل کا حافظہ ہے؟

امید کیا ہے؟ خوشی کا غنچہ ہے

رغبت اور امید میں کیا فرق ہے؟ رغبت سرسبز درخت ہے امید درخت کا پھول ہے اور خوشی درخت کا پھل۔ ازل کیا ہے؟ بجز آج اور کل کے ہے وہ ازل ہے یعنے خط بے کنار ہے۔

زمانہ کیا ہے؟ خط ہے جس کے دونوں سرے متناہی ہیں۔ یہ خط جھولے سے شروع ہوتا ہے اور قبر میں ختم ہوتا ہے خدا کیا ہے لابد ہستی ہے ازل کا آفتاب انصاف کی آنکھ موجودات کی جان ہے

اگر ناصح غمگین طبع کا ہے تو وہ ساکت و افسردہ دل ہو کر انسان کی حماقت اور نقصان طبع پر افسوس کرتا ہے اور اگر وہ بدمزاج ہے تو وہ سب لوگوں کو جو اس کے ہم خیال نہیں غصہ سے درشت الفاظ سے یاد کرتا ہے وہ اس قسم کا آزار دہندہ مخلوق ہو جاتا ہے کہ نیکی کرنے کے جوش میں بعض افعال قبیحہ اس سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے حقیقی ناصح اور معلم وہی ہو سکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے جس کا دل اطمینان اور سکینت سے لبریز ہوتا۔ استقلال اور استقامت اس کا خاصہ ہوتا ہے +

آدمی جسمانی۔ اور دماغی۔ اور اخلاقی قابلیت اور لیاقت سے مرکب ہے اور ان سب سے بڑھ کر اس میں روحانی قوتیں ہیں جو لاانتہا ترقیاں کر سکتے ہیں۔ اگر جسم کمزور ہے اور جسم میں قوت پھرتی اور چالاکی نہیں ہے تو دماغی اور اخلاقی قابلیت ہی کو وہ اتنا کام میں نہیں لا سکتا جسقدر کہ وہ چاہتا ہے چہ جائیکہ اعلیٰ روحانی مدارج کو حاصل کرے جسم سواری ہے جیسے دماغی اخلاقی اور روحانی قابلیت سوار ہے۔ جب سواری کی کل بگڑ گئی ہے تو ان قابلیتوں کو بہت سی دقتیں پیش آتی ہیں۔ اسلئے اسلام جہاں روحانیات اور اخلاق کی تکمیل کرتا ہے وہاں جسم اور حفظ صحت کی ہدایتوں پر عمل سکھاتا ہے

حقیقی مذہب خدا کا روشن چراغ ہے جسکی روشنی دل کو روشن کرتی ہے مصیبت زدوں کا پناہ گاہ ہے زندگی سے مایوس بیمار کے دلمیں امید پیدا کرتا ہے اور اُس کو تسلی دیتا ہے موت کے خوف کو اپنی قوت سے ہٹا دیتا ہے خدا پر توکل کے لئے دل کو اکساتا ہے اور دل کو خوش و خرم رکھتا ہے اور سب سے بڑھ کر انسان کی گناہ کی زندگی پر موت وارد کرتا ہے۔ جو مذہب ان خواص اور ثمرات کا جامع ہو وہ لاریب خدا نما مذہب ہوگا اور منجانب اللہ ہوگا۔ لیکن جس مذہب میں یہ خاصیت نہیں وہ خیالی اور انسانی افتراء ہے۔ اب مقابلہ سہل ہے اسلام کے سوا اور کس مذہب میں یہ خواص ثابت ہونگے۔

سب انسان فطرت میں مساوی ہیں مگر ایک کو دوسرے سے صرف نیکی بڑا کرتی ہے۔

جو خانہ مذہب صاف نہ ہوگا اور جتنی چیزیں ہماری روحانی پاکیزگی کے لئے درکار ہیں اسمیں ہونگی۔ تو ہماری روحانی اور اخلاقی صحت میں خلل ہوگا اور اخلاق کمزور رہیں گے اور ایک ضعیف سا خیال دلمیں رہیگا کہ ہم مذہب کے گھر میں آباد ہیں اور مذہبی صورت خانہ مذہب میں اور یہ کافی ہیں۔ مگر اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ مذہب نے کسقدر ہمارے کو پاک کیا ہے۔

ہمارا قرآن

از منشی احمد حسین خان بی۔ اے

بند اوّل

ہم آج ایک اور کرامت دکھائینگے
ہندوستان کو یثرب و بطحا بنائینگے
وہ پھول جس پہ خلد بھی سارا نثار ہو
اُس بے نظیر پھول کی خوشبو سنگھائینگے
تصویر آج کھینچیں گے۔ بہزاد بن کے ہم
یہ صحن آج غار حرا ہم بنائیں گے
وہ چشمہ جو کہ منبع آب حیات ہے
اک جوئے شیر ہم ہیں اس سے بہائینگے
لے کے آج گوہر مقصود ہاتھ میں
سر پہ رکھیں گے آنکھوں سے اسکو لگائینگے
وہ قند جس سے میٹھی ہیں عذب البیانیاں
وہ آج سبکو مثل تبرک چکھائیں گے
وہ نور جس سے طور کی قسمت چمک گئی
ہم اوس سے آج سر چراغان جلائینگے
ہیں میرا ہاتھ شوخیٔ تحریر جوم سے
ہم آج شان منزل وحدت دکھائینگے
یہ سن کے آج تاب سماعت پھڑک اُٹھی
اب خود بخود سمجھ لو کہ ہم کیا سنائیں گے
گر اب بھی کوئی سمجھے نہ میری کلام کو
ہم لا کلام صورت قرآن دکھائینگے
یا رب یہ کس کا نام دہن سے نکل گیا
جبریل عطر خلد مجھے آکے مل گیا۔

بند دوم

اے قوم میں غلام رسالت مآب ہوں
گر خاک ہوں تو خاک در بو تراب ہوں
عاشق ہوں میں نبی کا کسی کا رقیب ہوں
کیا خوش نصیب داور یوم الحساب ہوں
جس نے نواسے دیدئے اُسکے واسطے
میں اُس کے غم میں صورت ماہی کباب ہوں
قنبر غلام حضرت مولیٰ علیؓ سہی
میں جان و دل سے طالب ام الکتاب ہوں
کہتی ہے سو زباں سے قرآں کی خامشی
لا ریب ذات پاک کی سچی کتاب ہوں
بیتاب ہو بلا تیری اے امت رسول
میں ایک نسخۂ دافع صد اضطراب ہوں
اے چشم کفر تیری بصیرت کو کیا ہوا
میں نور حق ہوں رو کش صد آفتاب ہوں
ہاں تشنگان راہ حقیقت کے واسطے۔
اے چشم دور بین میں گو یا سحاب ہوں
ہاں کفر میری طلعت پر نور دیکھ کر
اے تیرہ بخت دل میں سمجھ لے حباب ہوں
مجھ میں بھرے جہان کے علوم و فنون ہیں
قرآن میرا نام ہے ام الکتاب ہوں
قائل نہیں ہے جو تیرا اے مصحف حمید۔
بوجہل و بو لہب سے بھی بڑھ کر ہے وہ یزید

بند سوم

وہ شخص تیرے فیض سے جو باریاب ہے۔
خورشید ہے جو دن کو تو شب ماہتاب ہے
توریت کی زبور کی انجیل کی قسم۔
تو ذالک الکتاب ہے اور لاجواب ہے
تو نونہال علم لدنی کا ہے ثمر
جس میں بھری حلاوت قند و ثواب ہے
خوشبو سے تیری سارا زمانہ مہک گیا
توحید کے ریاض کا کیا تو گلاب ہے
قرآن اے تحفۂ اسلام میں کہوں
تو یادگار لطف رسالت مآب ہے
آیا جو تو۔ تو رحمت باری برس پڑی
اوٹھا خدا کے گھر سے تو بنکر سحاب ہے
قربان تیرے اور تیری شان نزول کے
قائل ہے انقلاب کہ یہ انقلاب ہے
تعویذ ہم کو غیب سے ہے یہ عطا ہوا
اے دل یہ ہول کیسا ہے کیا اضطراب ہے
یوسف کا حسن اور مسیحا کا دم ہے یہ
لا ہاتھ اے کلیم یہ کیا انتخاب ہے
شیرازہ بن کے آمرے مصحف کیواسطے
تو ماہ عید کہتے ہیں گردوں رکاب ہے
گر اس کو تم نہ قبلۂ مقصد بناؤ گے
ایمان جس کا نام ہے اسکو نہ پاؤ گے

بند چہارم

آوارگی میں منزل وحدت دکھائے کون
ہم تشنہ لب ہیں شربت عرفاں پلائے کون
تردامنوں کے سر پہ ہے گاگر گناہ کی
حیران ہیں کہ سر سے ہمارے اوٹھائے کون
کیفیت جہاں ہے سراپا غنودگی۔
اس گہری کے خواب سے ہمکو جگائے کون
اس قلزم جہاں میں سیلاب ہے عظیم
کشتی ہماری پار خدارا لگائے کون۔
ہر سو بچھائے کفر نے کانٹے ببول کے
اس کشت نامراد پہ بجلی گرائے کون
گل کر دئے چراغ گھٹا بن کے جہل نے
فرمائیے کہ اون کو دوبارہ جلائے کون
کوئی بتاوے عرصۂ امید و بیم میں۔
ہم بیکسوں کو راہ شفاعت دکھائے کون
اے سالکان راہ طریقت جو یہ نہ ہو
فرمائیے کہ ہم کو خدا سے ملائے کون۔
القصہ تجھ سے پوچھتا ہوں مصحف حمید
گر تو نہ ہو تو ہمکو مسلمان بنائے کون۔
گو سوئے ظن نے جھونکدی آنکھوں میں خاک ہے
صورت پہ تیرے جیسی بنا کر دکھلائے کون
اے قوم تجھکو کہتا ہوں قرآن کیواسطے
اب وقت ہے کہ جاگ اوٹھ جلد خواب سے

بند پنجم

جاگ اے غریب قوم کہ آفت رسیدہ ہے
تو پائے شوق و دست تمنا بریدہ ہے
اغیار ہیں عروس مسرت سے ہم کنار
تو سوگوار ہے لب حسرت گزیدہ ہے
اغیار مثل سرو سہی نونہال ہیں
تو بوستان دہر میں شاخ خمیدہ ہے
اغیار پہ تو چوٹے قسمت ہے مہربان
اے قوم کیا سبب ہے کہ تجھ سے کشیدہ ہے
اے قوم غیر رشک گل نو دمیدہ ہیں
تو موسم بہار میں شاخ بریدہ ہے
اغیار مثل نکہت باد شمال ہیں۔
اور تو مثال غنچہ گریباں دریدہ ہے
پروانہ پاس شمع کے بلبل ہے گل کے پاس
تو عافیت سے دور ہی خلوت گزیدہ ہے
غیروں کا رنگ جوش مسرت سے لال ہے۔
پر دیکھ تیرے چہرہ کی رنگت پریدہ ہے
اے میری قوم سن کے مجھے آگ لگ گئی
غیروں نے جب کہا کہ یہ آفت رسیدہ ہے
اس بیکسی کو دیکھ کے کہتی ہے بیکسی۔
غم ہے الم ہے یاس کی لذت چشیدہ ہے۔
گو رسی جل گئی ہے نہیں اوس کا بل گیا
بدلی نہ تو اگرچہ زمانہ بدل گیا۔

بند ششم

یہ تیرا ہی قصور ہے اے قوم نیم جان۔
گر تجھ پہ آج اُٹھتی ہیں ہر سمت انگلیاں
کیا خوف تیری ناؤ کو طوفان کے شور میں
احمد ہے ناخدا تیرا۔ قرآن بادبان۔

جب رشک آفتاب نے کی ذرہ پروری
اٹھ جائیگی یہ کالی گھٹا اور آندھیاں
یہہ عارضی خزان ہے نہ اوجڑیگا تو کبھی
اسے باغ قوم صاحب قرآں ہے باغبان۔
اسکے اگر درخت یہہ کلمہ نبی کا ہے۔
اور اس غریب کلمہ کا قرآں ہے پاسباں
اسے قوم ہیچ ہے وہ نحوست ہے پرخطر
پرخوف کیا ہے ناقہ کو جب ہے سار بان
اسے باد تند دیکھ نہ بیدل کو مت ستا
جن چھپنے تنکے چنکے بنایا ہے آشیاں۔
اے بخت تیری داد سے ایمن کد صرکو ہے
بادل گرج رہا ہے ڈراتی ہیں بجلیاں۔
جو کچھ ہے کانپ کا ہے سارا ظہور ہے
منظر کا ... سر پہ نحوست کی بدلیاں
... تمام الکتاب کی
... نحوست خدا بکی

اسلامی دُنیا (سوڈان وسطیٰ)

اس ... مصر وطن سے ایک ... کے عنوان سے ناظرین الحکم کے فائدہ کیلئے درج کیا تھا آج مندرجہ ... ایک سلسلہ مضمون شائع کرتے ہیں ... اسلامی ... اور وسعت معلومات کی خاطر ... الشام ایک عربی زبان سے ترجمہ کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

گرامی قدر ہمعصر طرابلس الشام کا ایک کمال باخبر نامہ نگار چند سال سے اپنے مسلمان بھائیوں کو افریقہ کی اسلامی ممالک۔ اقوام اور جدید و قدیم ریاستوں کے حالات اور وہاں کے چشم دید معاملات سے بالتفصیل آگاہی بخشنے کی بیشقدر قومی والشانی خدمت سرانجام دے رہا ہے مغربی افریقہ سے فارغ ہو کر اب اس نے وسطی سوڈان پر جسکے متعلق یورپ والوں کا علم بھی ابھی بہت محدود ہے ایک سلسلۂ مضامین شروع کیا ہے جس کا مطالعہ یقیناً ناظرین کی ازدیاد معلومات کا باعث ہوگا۔ اسلئے وطن اسکا سلسلہ وار ترجمہ شائع کرتا رہیگا۔ ممدوح الوصف نامہ نگار لکھتا ہے:۔ "اگر ہم افریقہ کے نقشہ پر غور کریں۔ تو ہم کو اس کے وسط میں خط استوا کے اوپر مستطیل شکل کی ایک وسیع اقلیم دکھائی دیگی جو شمالی عرض البلد کے ۶ و ۸۔ درجوں کے درمیان مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہے اور جسمیں دریائے نیل کے منابع یعنے سوتے اور اس کا بالائی حصہ جھیل چاڈ اور وہ دریا جو اس میں گرتے ہیں۔ دریائے نیگر جس کی رفتار میں بہت کچھہ انحصار ادرگی ہے اور دریائے سینیگال کے منابع اور اس کا بالائی حصہ واقع ہیں۔ اس بڑے ملک بلکہ اس وسیع وشاداب بر اعظم کو جس میں دریا و جنگل ہموار میدان و پہاڑ اور ایسے ایسے زرخیز علاقے ہیں۔ جن میں کثیرالانواع اشجار پھل پھول۔ طیور و پالتو درندہ حیوانات اور مختلف کانیں واقع ہیں۔ سوڈان کہتے ہیں۔ وہ تین حصوں میں تقسیم ہے غربی۔ شرقی اور وسطی ہر حصہ کی ٹھیک ٹھیک حدود بیان کرنا تو دشوار ہے البتہ مجمل طور پر یہاں لکھا جاتا ہے:۔ غربی حصہ فرانسیسیوں کے اثر حکومت میں آگیا ہے اسی وجہ سے وہ فرانسیسی سوڈان کہلاتا ہے اس میں دریائے سینیگال اور نیگر کے منابع اور دونوں کے بالائی حصہ ہیں۔ شرقی وہ ہے جو سوڈان مصری کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں منابع نیل اور اس کے بالائی حصے و معادن دریا دو ہیں۔ اس کا صدر مقام خرطوم اور اس کے وسیع دلایات نوبہ و کورڈوفان و دارفور و بحر الغزال اور بسین د طاسن (بعض حصص بالائی دریائے نیل زان جھیلوں تک جنسے وہ نکلتا ہے) داخل ہیں۔ سوڈان وسطی وہ ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے اسمیں جھیل چاڈ اور اسمیں گرنیوالے دریا اور دریائے نیگر کا دہانہ اور وسطی و زیریں حصہ شامل ہے اور مشل وادی د بور تو مسوکو تو و کانو و حوصہ وباستہ و تمانہ وغیرہ کی بڑی بڑی ریاستیں واقع ہیں۔ سوڈان غربی کا حال ان مقالات سے معلوم ہوچکا ہے۔ جو اسلامی دنیا کے بارہ میں پہلے شائع ہوچکے ہیں خداوند تعالیٰ ان کی اور حوادث و جنگہائے سامونی (جو سوڈان کا نپولین اور اس زمانہ کا عنترہ ہے) کی تکمیل آسان فرمائے۔

سوڈان شرقی کے بارے میں مصری اخبارات نے بہت کچھ لکھا ہے اور فضلا نے جامع اور مطول کتابیں عربی زبان میں اسقدر تالیف کردی ہیں۔ کہ اب اس کی کوئی چیز نامعلوم نہیں رہی۔ سوڈان وسطی کی بابت بھی اب اخبارات نے لکھنا شروع کیا ہے تاکہ دول کی نگاہیں اسطرف متوجہ ہوں۔ اسلئے کہ اب وہ جنگ ٹرانسوال اور مغربی افریقہ میں نو آبادی قایم کرنے کے مثل اہم ترین امور سے فارغ ہوچکے ہیں اور جن دیگر سیاسی مشکلات میں وہ پھنسی ہوئی تھیں۔ ان سے مخلصی ہوگئی ہے۔ اہل یورپ کا خیال ہے کہ افریقہ کے وسطی مجہول حصہ کو پہلے پہل ہمارے ہی دیوروپی، سیاحوں راہبوں اور واعظوں نے دریافت کیا ہے لہذا اس نقطہ رگری ڑپری چیز جو کسی کو ملجائے اور وہ اونٹالے) کے حقدار ہم ہی ہیں۔ نہ کہ غیر۔ اور یہ کہ اس مجہول وسطی حصہ افریقہ کے رہنے والے انسانوں کی نسبت حیوانات سے زیادہ مشابہ ہیں۔ لہذا انکو جائز نہیں ہے کہ وہ ان سرسبز وشاداب اراضی بہتے ہوئے دریاؤں اور ذخیرہ خزانجات پر قابض ہوں اسلئے کہ وہ ان چیزوں سے متمتع اور مستفید ہونے کی کیفیت اور طریقوں سے آگاہ نہیں ہیں۔ پس آجکل دول یورپ افریقہ کے حصے اور بانٹ اسی طرح سے کر رہی ہیں جسطرح سے کہ ورثا کشت زار کا حصہ بانٹا کرتے ہیں اور اس حصص اور تعیین حدود پر باہم لڑتی جھگڑتی رہتی ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فلان جہت کے لینے اور فلان جہت کے ترک کردینے پر نادم ہوتی ہیں اور بعض جہتوں میں تبادلہ کر لیتی ہیں اور ایک کو بیچ کر دوسری خرید کرلیتی ہیں جیساکہ ورثا راراضی موروثہ کے ساتھ کرتے ہیں

اگر ہم قدیم ترکی نقشوں میں سے جو اکثر اب تک مکاتب رشدیہ میں محفوظ ہیں۔ یا قدیم عربی نقشوں میں سے جو بیروت یا مصر میں چھپے ہیں۔ کوئی ساجغرافیائی نقشہ لیکر اسے دیکھیں، تو معلوم ہوگا کہ انمیں اندرون افریقہ کو بہت برا حصہ تشویشناک مجہول کیفیت اور بگڑے ہوئے ناموں کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور بجز حصص ساحلی اور بعض اطراف مصر و الجزائر کے اور کسی چیز کی نسبت تحقیقات و ہوشیاری سے کام نہیں لیا گیا اسکی وجہ یہہ ہے کہ یہ نقشے اسی ڈھنگ کے فرانسیسی۔ جرمن اور انگریزی نقشوں سے نقل کئے گئے ہیں اور نقل کرنیوالوں نے ان عربی کتب تاریخ و جغرافیہ سے جو قسطنطنیہ مصر اور دیگر بلاد اسلامیہ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں مدد نہیں لی جیساکہ قانون تجارت وغیرہ کو انتظامات ریگولیشنس سے بغیر مطالعہ کتب فقہیہ کے اور کتب طبعیات و کیمیائے جدید کو بلا ملاحظہ کتب کیمیا قدیم اور کتب ادویات مفردہ کے ترجمہ کیا ہے اور اسطرح ہمکو اجنبیوں کے قانون ازدواج کی بحث میں ڈالدیا جو ہمارے عملدر آمد میں نہیں لوگوں کی وجہ سے ہمکو اصلاحات کیمیائے جدید کے سامنے حیرت زدہ کھڑا رہنا پڑا یہاں تک کہ ہم اسکے رموز کو منجملہ رموز علم حروف یا سیمیا یا طلسمات کے خیال کرلینے کو تھے۔ یہہ ان ہی کی بدولت ہے کہ ہماری بوڑھی دادیاں اور مائیں تو دوکان عطار کی جڑوں بوٹیوں کے ناموں اور ان کے نفع و ضرر سے واقف تھیں بلکہ ان گھانسوں تک کو پہچانتی تھیں جو خشکی میں اگتی ہیں اور ان کے فوائد و جوش دینے کی کیفیت اور ان کے ذریعہ بچوں کے علاج کرنے کی ترکیب سے بھی آگاہ تھیں۔ لیکن اب ہماری بیبیوں اور بہنوں کا یہہ حال ہے کہ وہ دو خانوں کی تمام چیزوں سے جو ادویات جدیدہ اور مرکبات کیمیائی پر مشتمل ہیں کلیتہً نابلد ہیں اور ان دواؤں میں زہریلی وغیر زہریلی ادویات کے درمیان فرق کرنا تو درکنار ان کے نئے ناموں اور اصطلاحوں کو بول تک نہیں سکتیں یہی وجہ ہے جو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ماں کا پارہ جگر تو سخت زہر ہو رہا ہے مگر وہ اس کو تریاق نافع سمجھ کر اپنے بچے کو

دووہ ہلاتی ہے۔

سوڈان وسطی اور سوڈان غربی میں اسلام داخل ہونے کے بعد اسلامی دُنیا سے ادن کی خبریں منقطع نہیں ہوئیں۔ اور نہ مسلمانان ذی حکومت کو انکے حالات کے دریافت کرنے میں کسی وقت بھی دشواری واقع ہوئی۔ تاجروں اور حاجیوں کے قافلے زمانہ قدیم سے اسوقت تک شہر جنی اور ٹمبکٹو اور کانو سے طرابلس الغرب۔ حجاز۔ شام اور بیت المقدس تک جاتے ہیں اور کانو میں تو ایک بڑی تعداد طرابلسی اور مصری اور عربوں کی ہے۔ سوڈان کے حالات جن لوگوں نے پہلے لکھے ہیں وہ یورپین سیاح اور واعظین نہیں ہیں۔ بلکہ علمائے اسلام ہیں۔ مثلاً شریف ادریسی ابن بطوطہ ابن خلدون۔ عبدالحلیم۔ عبدالرحمن سعدی و مثل ان کے اور علماء ان کی کتابیں فرانسیسی میں ترجمہ ہوکر یورپ میں چھپی ہیں شریف ادریسی (۴۹۳ و ۵۶۷ ھ) کی کتاب نزہتہ المشتاق فی اختراق الآفاق ہم قدیم زمانہ یعنی ۱۵۹۳ء میں روم پایہ تخت اٹلی میں چھاپی گئی تھی۔ اس قدیم اڈیشن (طبع) کے نسخے میں نے استنبول کے کتب خانوں میں دیکھے تھے مگر علماء کہتے ہیں کہ یہہ مطبوعہ کتاب ادریسی کی کتاب کا ایک مختصر انتخاب ہے۔ اصل کتاب تو اس سے کہیں بڑی ہے اور اسمیں ہر ملک اور اس کے حیوانات اور نباتات کی تعریف اور وہاں کے باشندوں کے حالات ہیں اس اصل کتاب کا کوئی نسخہ ابتک کسی کو دستیاب نہیں ہوا۔

نقشہ جات ادریسی جو پیرس کے کتبخانہ ملیہ میں نظر پڑتے ہیں۔ اخیر میں بزبان فرانسیسی ترجمہ ہوکر الکس شراور میں طبع ہوئے۔ ان میں جھیل چاڈ جبال القمر۔ دریائے نیل۔ نیگرو۔ سنیگال اور ممالک ملی و غانہ غانم وغیرہ وغیرہ دکھائے گئے ہیں۔

ابن بطوطہ (۷۰۳، ۷۸۰ ھ) مراکو کے بندرگاہ تنجیر میں پیدا ہوا۔ ۲۳۔ برس کی عمر میں سیاحت کو نکلا۔ اور مصر و شام و عجم (ایران) و جزیرہ نمائے عرب و ترکستان و تاتار۔ ہند۔ سراندیپ اور بقیہ جزائر ہند و چین کے شہروں میں پھرتا پھراتا چین کے دارالسلطنت میں پہنچا۔ پھر ۲۵ برس کی اس طویل سیاحت کے بعد اپنی مولد کو واپس آیا۔ دوسری مرتبہ اندلس اور بقیہ ہسپانیہ اور جنوبی فرانس کی سیاحت کو نکلا۔ پھر تیسری مرتبہ افریقہ کو گیا اور صحرائے اعظم اور سوڈان اور افریقہ کا دورہ کیا۔ اسنے اپنے سفر کے حالات ایک مفصل کتاب میں جمع کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہہ کتاب فاس (پایہ تخت مراکو) میں محفوظ ہے مگر اب تک اسکا کچھہ حال معلوم نہیں ہوا ابو المتوکل علی اللہ امیر فارس کے حکم سے محمد ابن عربی البکلی نام ایک مغربی عالم نے اس اصل کتاب کو مختصر کیا تھا۔ اور یہی مختصر غیر زبانوں میں ترجمہ ہوکر بارہا یورپ میں اور آخر مرتبہ مصر میں چھپی ہے۔ پس کیا ہی خوب ہے جو کچھہ کہ سوڈان اور وسط افریقہ کی نسبت اس سفرنامہ میں ہے۔ وہ ٹمبکٹو میں بھی گیا ہے۔ دریائے نیگر کا سفر کیا ہے اور جھیل چاڈ تک پہنچا ہے۔ اگر حسب امید اس کی اصل کتاب کا کوئی نسخہ مغرب اقصےٰ کے کتب خانوں میں باقی ہوگا تو علمائے مغرب ایک نہ ایک دن اسے نکال کر ضرور شایع کرینگے۔ عبدالرحمن سعدی گیارہویں صدی سے قریب زمانہ کے ہیں۔ انکا مولد شہر جنی ہے جو ٹمبکٹو کے جنوب میں بالائی حصہ دریائے نیگر کے کنارہ پر واقع ہے اونہوں نے سوڈان کی تاریخ لکھی ہے جسمیں اس کی دول اور امراء اور قوموں اور شہروں کے حالات عمدہ عربی عبارت میں تحریر کئے ہیں اور سوڈان کے قضاۃ اور علماء و صلحاء اور ان کی تالیف کردہ کتب و اشعار اور جو جامع مسجدیں انہوں نے تعمیر کرائی ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے + (باقی ایندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعووں کی تصدیق کشفی شہادت سے

حیدرآباد دکن سے مندرجہ ذیل رویا حضرت حجتہ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کی تصدیق میں پہنچی ہے جسکو ہم سعادتمندوں کے فائدہ کے لئے شایع کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

ولا تکتموا الشہادت ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ

مکرم مخدوم کریم الحق عمیم الاحسان جناب عبدالکریم صاحب سیالکوٹی زاد مجدکم +

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

میں اپنے پاک پروردگار اور اُسکے نبی کریم . . . محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا کر کہتا ہوں چونکہ یہہ خاکسار حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب عم فیوضکم کا نہ مخالف ہے نہ معتقد لیکن آج چار سال سے کئی مرتبہ رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رویہ میں مجکو مرزا صاحب کی بشارت دیچکے ہیں اور میں نے جو کچھہ عالم رویہ میں دیکھا ہے حق حق اپنے پروردگار اور اوس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے کئی مراسلات تحریر کرچکا ہوں چونکہ یہ عجیب رویہ پانچ اگسٹ کا مجہپر ظاہر ہوا آپ کے گرامیخدمت میں تحریر کیا ہوں اور امید رکہتا ہوں کہ مبارک احمد کو نصاحب ہیں اون کے احوال اور خیریت سے بندہ کو ایما فرمادیں اور اون کو میرا سلام کہدیں اگر ہو سکے تو یہ مراسلہ اون کو دکہلادیں اور ایک فہرست اسمائے بیعت کنندگان حضرت اقدس و ایک فہرست کتب خانہ حضرت اقدس بنام بندہ روانہ فرماکر ممنون فرمادیں۔ فقط میں آپکا خادم محمد نظام الدین ساکن کوچہ پتھو مونٹ روڈ مدراس

وحال مقیم آصف نگر۔ حیدرآباد دکن +

رویہ

۵۔ اگست بروز چہارشنبہ ۱۹۰۳ء

شب کے دو بجے بعد تہجد ادا کرنے کے مجہپر یہہ رویہ ظاہر ہوا کہ بہت سے لوگ یہہ کہتے جاتے ہیں کہ آج قادیان شریف میں حضور انور رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہونگے ہیں اور میں بھی اون لوگوں کہ ہمراہ جارہا ہوں تھوڑی دور چلکر ایک عالیشان مسجد جسکا مینار بہت ہی بلند تہا نظر آئی اور بہت لوگ جسکا شمار نہیں کیا جاتا۔ جوق جوق اُس مسجد کی طرف جارہے ہیں اور اسقدر کثرت سے عالم جمع ہے کہ کوسوں زمین نظر نہیں آتی اور میں بڑی مشکل سے مسجد میں داخل ہوا کیا دیکہتا ہوں بہت سے پیغمبر و اولیاء جمع ہیں اور ہرایک کے زبان مبارک سے مرحبا یا رسول اللہ جاری ہے اور منبر پر حضور انور رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم . . . . . قرآن شریف دست مبارک میں لئے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ اور منبر کے سیدہے بازو ایک صغیر سن لڑکا بیٹہا ہوا ہے اور اوس لڑکے کیطرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم . . . مخاطب ہوکر فرما رہے ہیں اے مُبارک احمد تو خلیفتہ المومنین ہوگا تیری پیشانی سے میرے نورالعین کے آثار نمایاں ہے اور مرزا غلام احمد صاحب دست بستہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کہ روبرو کہڑے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم . . . مرزا صاحب کیطرف مخاطب ہوکر ارشاد فرماتے ہیں۔ مرحبا اے مسیح موعود و مہدی آخرالزمان خدا تعالیٰ . . . ایک عظیم الشان ثمار تیرے پر آسمان سے نازل کرنیوالا ہے جس کے سبب تو آسمانی بادشاہت کریگا تو اس دار فنا کے مشرکین و منافقین سے مت رنجیدہ ہو جو سائل تیری بیعت کا طالب اور تیرے دیدار کا مشتاق ہو

تیرے وسیلہ سے خدا کی محبت ڈھونڈتا ہے تو اسکو محروم مت کر البتہ وہ خبیث بن جائے گا۔ اور وہ سائل جو تیری ہدایتوں کا مخالف اور تیرے الہام کا منکر البتہ وہ دجال ہے اور اوس پر دوزخ کی مار ہے وہ ہمیشہ اپنے دجال بھائیوں کے ساتھ دوزخ میں رہیگا اور میرزا صاحب کے سر پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھکر یہہ شعر پڑھنا شروع کیا۔ ؎

سرے کز تو گردد بلندی گرائے
بافگندکس نیفتند زپائے۔

اور تمام سامعین مرحبا یا رسول اللہ کہنا شروع کئے۔ اتنے میں میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ فقط۔ اور بھی بہت سی باتیں دیکھی گئیں لیکن فراموشی حاصل ہے۔ اس لئے تحریر نہیں کیا ہوں۔

مرقوم ۹۔ اگست ۱۹۰۳ء

محمد نظام الدین ساکن کوچہ بیتھو سکو موئنٹ روڈ مدراس۔ حال مقیم حیدرآباد دکن آصف نگر

ہمارا مقدمہ

ناظرین عرصہ سے ناواقف ہیں کہ مقدمہ کے متعلق کیا کارروائی ہوئی ہے چونکہ ابھی تک کوئی ایسا امر اہم نہیں ہے جسکی اطلاع ضروری تھی باقی اس لئے خاموشی اختیار کی گئی تھی۔ لیکن ناظرین کے خطوط جو مقدمہ کے متعلقہ حالات کے استفسار کیلئے آتے ہیں انکے یکجائی جواب کی خاطر ہم مختصر حالات درج کر دیتے ہیں۔ ناظرین کو اسی حد تک تو علم ہے کہ مولوی کرم الدین کے خلاف تین مقدمے دائر ہیں۔ ایک ایڈیٹر الحکم کی طرف سے ازالہ حیثیت عرفی کا اور دو حکیم فضل الدین صاحب کی طرف سے ایک دھمکا کا دوسرا سرقہ کتاب نزول المسیح کا۔

دھمکا کے مقدمہ میں مولوی کرم الدین پر فرد قرارداد جرم لگ چکا ہے اور اس کو شہادت صفائی پیش کرنے کیلئے ۱۹۔ اگست ۱۹۰۳ء کی تاریخ دی ہے اس شہادت صفائی میں مولوی کرم الدین نے اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی طلب کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت ادائے شہادت حقہ کے لئے خدا کے فضل سے طیار ہیں اور آج آپ روانہ ہونگے۔ ناظرین اس سے بھی آپ کی صداقت کی دلیل حاصل کر سکتے ہیں کہ ادائے شہادت کے لئے جانے میں آپ کو کبھی تامل یا مضائقہ نہیں ہوتا۔ اور کسی عذر کی ضرورت نہیں۔

ایڈیٹر الحکم بنام مولوی کرم الدین میں ۱۵ اگست ۱۹۰۳ء کو خاکسار ایڈیٹر کا بیان ہو گیا ہے اور کسی قدر بیان باقی ہے جس کے لئے ۲۴۔ ستمبر تاریخ مقرر ہوئی ہے۔

مقدمہ سرقہ میں ۱۳۔ اگست اور ۱۴ اگست ۱۹۰۳ء کو شہادت استغاثہ اور بیان ملزم مولوی کرم الدین ہو چکا ہے ۱۸۔ اگست ۱۹۰۳ء وکلاء فریقین کی تقریروں کے لئے مقرر ہے۔

اور ۱۸۔ اگست ہی کو وہ مقدمہ بھی پیش ہوگا جو مولوی کرم الدین نے ہمارے مقدمات کے جواب میں حکیم فضل الدین صاحب بشمولیت اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا ہوا ہے۔ اور جو چیف کورٹ سے منتقل ہو کر گورداسپور آیا ہوا ہے یہہ سب مقدمات ایک ہی عدالت میں دائر ہیں +

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خبریں

ڈومیسٹک

ہم نہایت مسرت اور خوشی کے ساتھ شایع کرتے ہیں کہ ۱۰۔ جولائی ۱۹۰۳ء کو ہمارے معزز بھائی منشی محمد سلیمان صاحب مدرس بہاولہ ضلع لودہانہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جسکا نام حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشارہ سے محمد عثمان رکہا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک وفادار خادم اور درخشندہ نمونہ بنا دے اور والدین کے لئے مبارک کرے اور اس طرح پر وہ نافع الناس ہو کر اللہ تعالیٰ کی برکات اور فیوض حاصل کرتا ہوا دراز عمر پاوے۔ آمین۔

نماز جنازہ پڑھی جاوے

سیالکوٹ سے ہمارے مکرم مخدوم جناب حامد شاہ صاحب منشی محمد دین صاحب اپیل نویس کی اہلیہ کے انتقال کی خبر بھیجتے ہیں منشی صاحب موصوف سیالکوٹ کی جماعت کے ایک مستعد اور ہوشیار ممبر ہیں آپ کی اہلیہ کو بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے بڑی محبت اور دین کی باتوں کے سننے اور اونپر عمل کرنے کا بہت شوق تھا۔ شاہ صاحب موصوف نے خواہش ظاہر کی ہے کہ مرحومہ کا جنازہ ہماری ہر جگہ کی احمدیہ جماعت پڑھے دارالامان میں یہہ جنازہ پڑھا گیا ؎

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے فضل و کرم سے مع اہل بیت بہت خیریت سے ہیں آج آپ گورداسپور بغرض ادائے شہادت تشریف لے جانیوالے ہیں . . . . وہاں ۱۹۔ اگست تک آپکا قیام ہوگا انشاء اللہ +

۲۔ حضرت حکیم الامۃ اور دیگر بزرگان ملت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اور مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب بھی بخیریت ہیں حضرت حکیم الامۃ بھی بغرض ادائے شہادت حضرت حجۃ اللہ کے ہمراہ ہیں۔ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب پہلے سے گورداسپور گئے ہوئے ہیں اور ۱۶ اور ۱۷ کو مولوی صاحب موصوف لاہور تشریف لے گئے۔

۳۔ ہفتہ زیر اشاعت میں قادیان میں خوب بارش ہو گئی۔ قادیاں ایک جزیرہ بنا ہوا ہے۔

ہمارے قادیانی مخالف

قادیاں کے باشندوں کو باستثنائے بعض ہمارے سلسلہ کے ساتھ خاص دشمنی اور عداوت ہے اور وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی صورت ہمارے سید و مولا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکی جماعت کو دکھہ دینے کی تلاش کرتے رہتے ہیں محض اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کو چونکہ ہر قسم کے شر کے مقابلہ سے روکا گیا ہے اور صبر اور برداشت کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اس لئے وہ جو چاہتے ہیں کر گذرتے ہیں۔ لیکن اب ان لوگوں کی مخالفت کا رنگ کوئی اور صورت اختیار کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اگر ہم صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر ضلع گورداسپور کو (جو ایک نہایت بیدار مغز اور مردم شناس حاکم ہیں) اس امر کی طرف توجہ دلائیں کہ وہ قادیاں کے ایسے اشخاص کی ایک فہرست مرتب کرائیں جو ہمارے جماعت کے خلاف ہر معاملہ میں انفرادی اور مجموعی طور پر پارٹ لیتے ہیں اور پہر ان لوگوں کے ذاتی چال چلن کو معلوم کریں تو انپر یہ راز بہت جلد کہل سکتا ہے۔

جناب میجر ڈالس صاحب ضلع کے ذمہ وار حاکم ہونے کی وجہ کبھی اس بات سے ناواقف نہیں ہو سکتے کہ عالیجناب مرزا غلام احمد صاحب کی ذاتی خدمات کا کہ جو انہوں نے گورنمنٹ کی

بذریعہ تحریرات کی ہیں) انہیں علم ہوگا ایسی حالت میں ایک وفادار دوست خاندان کے اعلیٰ ممبر او ماس کے خدام کو تنگ کرنے کے منصوبے اس قابل ہیں کہ وہ اوسپر توجہ فرمائیں۔

تازہ الہامات

جو بمقام گورداسپور ۱۰ اگست ۱۹۰۲ء کو ۸ بجے صبح کے ہوئے۔ چونکہ الحکم مورخہ ۱۰ اگست ۱۰ اگست کی شام کو مکمل ہوا اسلیے درج کیے جاتے ہیں۔ (۱) یٰسٓ والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علیٰ صراط مستقیم تنزیل العزیز الرحیم۔ (۲) ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ (۳) لا الٰہ الا انا فاتخذنی وکیلا۔ (۴) ما کرملک بیدالقہوبین (۵) ۱۵ اگست ۱۹۰۲ء الہام بمقام قادیان ہوا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اس الہام کے ساتھ ایک خواب بھی تھا۔

مراسلہ

فیض احمدی

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک معجزہ عرض کرتا ہوں درج اخبار فرماکر مشکور فرماویں ہمارے گاؤں میں طاعون نمودار ہوئی اول جس محلہ میں آئی جو اسمیں گرفتار ہوا کوئی نہ بچا ایک لڑکا علی محمد راجپوت عمر الف۱۵ سالہ بیمار ہوا اس کی حالت مجھے بیان کرتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تب اوسکو قریباً ایکسو دس درجہ کا تھا اور گلٹی ران میں نمودار تھی اُسکو اپنے وجود کی کچھ خبر نہ تھی بلکہ وہ آدمی کو پہچان نہیں سکتا تھا اور عام لوگ خیال کرتے تھے کہ مرگیا اور سرسام بھی تھا اُسکی والدہ کا بھی قریباً ایسا ہی حال تھا فرق صرف اتنا تھا کہ اوس کی نظر بدستور قایم تھی باقی ہوش وحواس باختہ تھے لڑکے کی نظر بھی بہت کم ہوگئی تھی جب وہ میرے پاس آئے کہ اسکا کچھ علاج کردیں اور منشی خدابخش احمدی دونوں بیٹھے ہوئے تھے ہمنے کہا کہ ہم حکیم نہیں ہیں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظاہری نشان دکھلاتے ہیں میں جو عید پر حضرت قادیان شریف آیا تھا اوسوقت کا ایک صافہ موجود تھا اُسکو پھاڑکر ہردو مریضان کی گلٹی پر باندھ دیا مریضان کو کچھ خبر نہ تھی اور ادن کے گھر والوں کو کہا گیا کہ تم اپنے صدق دل سے خدا کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرو اوہنوں نے مان لیا۔ اومیں نے خدا کے آگے دعا کی کہ اگر ہمارا مسیح سچا ہے تو شفا دے مخالف ہمسے ہنسی کرتے تھے اور اس کے گھر میں چیخنے چلانے کی آوازیں آتے تکیں میں خود وہاں گیا معلوم ہوا کہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں قادیان شریف میں ہوں حضرت اقدس کے دربار میں حاضر ہوں حضور فرماتے ہیں کہ بچہ کو گیا رہ دن تک تکلیف ہے اور سبز کدو اپنے دست مبارک سے مجھے دیا ہے کہ اسکا پانی پی چنانچہ کدو کے پانی پینے سے گیارہ روز تک دونوں کو صحت ہوگئی ہے اور ایک عورت پھر بیمار ہوئی اس کو بھی اسی طرح کہا تو وہ راضی ہوگئی جب اُس کے گھر والے بیعت سے منکر ہوئے تو وہ پھر بیمار ہوگئی اونہوں نے پھر توبہ کی وہ پھر توبہ کے بعد راضی ہوگئے۔ بندہ فضل محمد خان رئیس بیگووال۔ ریاست کپورتھلہ۔

بیعت

اذا جاء نصر اللہ والفتح وانتھی امر الزمان الینا الیس ھذا بالحق

شادی خان صاحب۔ مقام سنور ضلع پٹیالہ
مولوی بدرالدین صاحب ملتان۔ ملتان
محمد عابد صاحب " - "
محمد زاہد صاحب " - "
اہلیہ مولوی بدرالدین صاحب " - "
اہلیہ غلام نبی خانصاحب۔ گڑھ شنکر۔ ہوشیارپور
مسماۃ عمدہ بی بی " - "
سلطان بخش صاحب " - "
محمد صاحب۔ چک سکندر۔ گجرات
مہرالدین صاحب " - "
نور احمد صاحب " - "
احمد دین صاحب۔ نوری والہ۔ گوجرانوالہ
محمد امین صاحب۔ چک پنیا۔ گجرات
عبدالعزیز صاحب۔ بھیرہ۔ شاہپور
اہلیہ مستری غلام الٰہی صاحب۔ " - "
" " فضل الٰہی صاحب۔ " - "
شہاد صاحب " - "
عبدالرشید صاحب۔ گوداپور۔ منٹگمری
منشی محمد حسین خانصاحب۔ مانانوالہ۔ سیالکوٹ
راج محمد خانصاحب۔ کشمیر
نظام الدین صاحب۔ جہلم
عبدالحمید صاحب۔ سیالکوٹ
حسن الدین صاحب۔ "
احمد جان صاحب۔ شملہ
عبدالرحمٰن صاحب کابلی۔ پشاور
زوجہ عبدالغنی صاحب پٹواری۔ پٹیالہ
" رجب علی صاحب "
قدیر النساء بی بی "
محمود النساء بی بی "
ہمشیرہ و والدہ عبدالغنی خانصاحب "
اللہ بخش صاحب۔ چک سکندر۔ امرتسر
مولوی احمد دین صاحب مدرس۔ بھیرہ۔ شاہپور
ابن " - " - "
مولا بخش صاحب۔ بھمیان۔ ہوشیارپور
مسماۃ عمری زوجہ " - "
رحمت بی بی دختر " - "

نبی بخش صاحب۔ بھری بی بی۔ بھمیان۔ ہوشیارپور
ابراہیم صاحب۔ حاجرہ بی بی۔ " - "
وزیر محمد صاحب۔ عمری بی بی زوجہ وزیر محمد " - "
نور محمد صاحب۔ غلام محمد صاحب " - "
برکت علی صاحب۔ بی بی بھاگن " - "
جیون صاحب۔ رالو بی بی " - "
محمد بخش صاحب۔ رحمت اللہ صاحب " - "
مہتاب بی بی۔ عمر صاحب " - "
بی بی لبھو۔ بی بی جاموں۔ بی بی جیوو " - "
غلام حسین صاحب۔ رحیم بخش صاحب " - "
بی بی حافو۔ عمر صاحب۔ رحمت اللہ صاحب " - "
بوٹا صاحب۔ مہتابی زوجہ بوٹا " - "
احمد بخش صاحب۔ بی بی املو " - "
قادر بخش صاحب۔ رحمت اللہ صاحب " - "
بی بی ہاجرہ زوجہ " - "
نبی بخش صاحب۔ پیر بخش صاحب " - "
علی محمد صاحب " - "
احمد بخش صاحب " - "
عبداللہ صاحب " - "
شاہدین صاحب " - "
مسماۃ عمری۔ نیاز الدین صاحب " - "
امام الدین صاحب " - "
پیر بخش صاحب " - "
مسماۃ بیگاں عبداللہ صاحب " - "
عمری زوجہ " - "
شہاب الدین صاحب " - "
طفیل محمد صاحب " - "
تھو صاحب " - "
بی بی جیو۔ جیون صاحب " - "
بی بی فاطمہ " - "
طالعمند صاحب راجپوت۔ بریال " - "
عمر خانصاحب " - "
بی بی جھنڈی " - "
کرتار بخش صاحب " - "
سکندر خانصاحب " - "
سمند خانصاحب " - "
برکت بی بی " - "
میراں بخش صاحب " - "
رحیم بخش صاحب " - "
چنگے خاں صاحب " - "
بی بی دولت۔ سلامت خانصاحب " - "
عطر بی بی۔ جھنڈے خان " - "
بی بی دولت۔ ماکھا خانصاحب " - "
سلطان علی صاحب " - "
بی بی دیمیا " - "

الانوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر کے چھپکر شائع ہوا